86/14

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

المجاہد من جاہد نفسہ (حدیث شریف)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے

ماہنامہ المرشد چکوال

بیادِ

شیخ العرب والعجم صدّیق دوراں مجدد طریقت مجتہد فی التصوّف بحر العلوم شریعت

امام اولیاء شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلام قلزم فیوض برکات

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

دار العرفان منارہ ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اداریہ

آہ! بیچارہ اسلام

دینِ حق کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کو انبیاءؑ کا وارث قرار دیا ہے۔ دین کے معاملہ میں جہاں بھی اُلجھاؤ پیدا ہوجائے علما کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اور علماء میں بھی وہی شخص قابل سمجھا جائے گا جسے قرآن وحدیث پر مکمل عبور حاصل ہوگا۔ کیونکہ ہر آدمی تو اس قابل نہیں ہوسکتا کہ مسائل کا حل پیش کرسکے مگر ہمارے ہاں طریقہ کار عجیب ہے کہ مسائل کو اخبارات اور رسائل میں شائع کرکے عوام سے اُن کا حل عوام کی مرضی کے مطابق حاصل کیا جاتا ہے۔

حالانکہ اصولی بات ہے کہ جو شخص کسی فن کا ماہر ہو اور جس میدان میں اُس نے تحقیقی کام کیا ہو۔ اُسی میدان میں وہ شخص رائے دینے کا حقدار ہوتا ہے۔ اور اُس شعبے میں اُس کی رائے حتمی سمجھی جاتی ہے مگر یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے اسلامی مسائل میں ہر شخص اپنے آپ کو مفتی سمجھتا ہے۔

ملک کا آئین دیکھئے انگریزی زبان میں لکھا ہوا موجود ہے۔ کیا کوئی بڑے سے بڑا ادیب کسی قانون یا دستور کی کسی شق کی تعبیر پیش کرسکتا ہے! اور اگر کرے بھی تو اُسے سند قرار دیا جاسکتا ہے! ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ حق ہائی کورٹ کے جج کا ہے۔ اور اس منصب پر آنے کے لئے دس پندرہ برس تک ہائی کورٹ کا ایڈوکیٹ رہنا پڑتا ہے۔ پھر اگر کسی شق میں ہائی کورٹ کے ججوں کا اختلاف ہو تو سپریم کورٹ کے جج کی تعبیر حتمی ہوتی ہے۔ مگر حیرت ہے کہ اللہ کے آئین اور اللہ کے آخری رسولؐ کے دستور کی تعبیر کرنے کے لئے سیکریٹریٹ کا کوئی کلرک اُٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اُسے سند سمجھ

لیا جاتا ہے۔ اور چند بے دین اور جاہل عورتیں اسلام کی تعبیر کرنا شروع کر دیتی ہیں تو ہر طرف سے تائید ہونے لگتی ہے۔ یہ فرق کیوں ہے اس لئے کہ ملک کے قانون کی تعبیر یوں کرنا جُرم ہے اور ایسا کرنے والا دھر لیا جاتا ہے۔ مگر دین چونکہ یتیم ہو چکا ہے۔ اور دین کے نفاذ کا دعویٰ کرنے والے اللہ و رسولؐ کے خلاف نعرے سُن کر ٹس سے مس نہیں ہوتے، شائد اس لئے کہ اللہ کے قانون، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستور کے خلاف نعرے لگانے والی جاہل عورتوں سے کوئی پوچھتا تک نہیں کہ تم نے یہ جرأت کیوں کی؟

جو چیز اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں بیان فرما دی ہے اُس کی مخالفت کرنا ارتداد ہے، کفر ہے۔ اور مُرتد کی سزا بھی کسی سے مخفی نہیں ہے مگر یہ سزا تب جاری ہو سکتی ہے کہ ملک میں قرآن و سنت کی حکمرانی ہو۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ اگر کوئی عالم دین پردہ کے حکم کی وضاحت کرے تو خواتین کے جلوس سڑکوں پر نکل آتے ہیں تو پھر بجائے اُن سے یہ پوچھنے کے کہ تم نے کیوں شریعت مطہرہ کی مخالفت کی ہے، عالم دین کو بیان سے منع کر دیا جاتا ہے لاہور میں عائلی قوانین کے متعلق مذاکرہ میں ڈاکٹر اسرار احمد سے جو سلوک خواتین نے کیا ہے۔ کیا! اسی کو اسلام کہتے ہیں؟ کیا اسلام کی بیٹیوں کی یہی مثال ہو سکتی ہے؛ اگر حقیقت کو گہری نگاہ سے تلاش کیا جائے تو یہ سب کچھ اسلام دشمن بھی نہ کر سکیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کے ساتھ ہی معاشرہ کو اسلام میں ڈھالنے کا عمل شروع فرما دیا تھا۔ کفار مکہ کی مخالفت بھی اسی سبب سے تھی کہ ان کا معاشرہ ان کی مرضی کی قید سے نکل کر اللہ و رسولؐ کے تابع ہو چلا ہے۔ یہی حال ہمارے ملک کی خواتین کا ہے یہ آزادیٔ نسواں کے سایہ میں آزادیٔ حیوانیت کی خواہش مند ہیں۔ کہ جو جی میں آئے کر گزریں کوئی بازپُرس کرنے والا نہ ہو، نہ کسی قسم کی پابندی ہو، اسلام نے آزادیٔ نسواں کا مطلب ایک عورت کو ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کے روپ میں پیش کر کے

ادا کیا ہے۔ جو آزادی ہمارے ملک کی عورتوں نے سمجھ رکھی ہے یہ مغرب کی پیدا کردہ ہے جو حیوانیت سے بھی بدتر ہے۔ اگر اسی پہ یقین پختہ ہے تو اسلام سے تعلق کیا رہا۔ ایسے کردار کی عورتوں کے خاوند ان کو مسلمان سمجھ کر مومنہ سے نکاح کا تصور کئے بیٹھے ہیں تو سمجھ لیں کہ مرتد عورت سے اسلام نے نکاح کی اجازت نہیں دی۔

لہٰذا صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کی مثالی زندگیوں سے سبق حاصل کر کے پاکستان کی خواتین اپنی منزل کا تصور پیدا کریں۔ یہ دیارِ مغرب کی تہذیب اپنانا اپنے خنجر سے خودکشی کرنا ہے خداوندِ کریم اس سے محفوظ رکھے، جس مغرب کی تقلید میں یہ چند مغرب زدہ عورتیں ہلکان ہو رہی ہیں وہ خود دُہائی دے رہا ہے کہ کوئی ہمیں اس دلدل سے نکالے۔

چنانچہ ڈاکٹر ژول سیمان کہتے ہیں:

"جو عورت اپنے گھر سے باہر دنیا کے مشاغل میں شریک ہوتی ہے اس میں شک نہیں کہ وہ ایک عامل بسیط کا فرض انجام دیتی ہے۔ مگر افسوس کہ وہ عورت نہیں رہتی۔"

اور ٹائن بی کہتے ہیں:۔ "میں نے ۲۱ تہذیبوں کا مطالعہ کیا ہے، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قومیں اس وقت تباہ ہوئیں جب ان کی عورتیں بے حجابانہ باہر نکل آئیں۔"

ع
بیا ورید گر اینجا بود زباں دانے

(عبد الغفار مدیر اعزازی)

باتیں اُن کی خوشبو خوشبو

استاذی المکرم حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب
نور اللہ مرقدہٗ

ترتیب : احمد نواز

فرمایا۔ میرا اصل مقصد اصلاحِ خلق ہے۔ اور تجربہ کرکے دیکھا گیا ہے کہ بغیر ذکر الٰہی کے اصلاحِ نفس مشکل ہے۔ اس طریق ذکر سے ان کی قدرے اصلاح ہو جاتی ہے۔ چونکہ اصلاحِ نفس اور تزکیہ کلی مشکل ہیں۔ ادنیٰ درجہ احسان اور اصلاح و تزکیہ کا حاصل ہو جائے تو نجات کی پوری اُمید ہو جاتی ہے۔ یہ تو بندہ کو بھی معلوم ہے کہ زمانہ حال میں یہ لوگ شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور بایزید بسطامیؒ تو نہیں بنتے لیکن نمازی بن جاتے ہیں، تہجد گزار بن جاتے ہیں۔ کبائر سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں احکامِ الٰہی اور فرامین رسالتؐ کی عزت اور قدر ان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔

فرمایا۔ جنت میں جانے کا سبب دو ہی چیزیں ہیں۔

ذریعہ دخول جنت التعظیم لاحکام اللہ والشفقۃ علی مخلوق اللہ۔

"خدا کے احکام اور اوامر و نواہی کی دل میں تعظیم و عزت ہو اور خدا کی مخلوق کے لیئے دل میں شفقت ہو"

تعظیم لاحکام اللہ یہ کہ احکام الٰہی کی پابندی کی جائے۔ اور خلقِ خدا پر سب سے بڑی شفقت یہ ہے کہ انہیں اُخروی عذاب سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ احکامِ خداوندی کا پابند بنایا جائے۔

الحمد للہ یہ دونوں چیزیں ذکر الٰہی کی برکت سے ان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ سینکڑوں جبابرۂ متکبر اعلیٰ دنیوی مناصب پر نازاں حضرات کو حلقۂ ذکر میں داخل کیا گیا اور ان کی گردنوں میں ذکر الٰہی

کی رسی ڈالی گئی تو ان کی گردنیں بارگاہِ الٰہی میں جُھک گئیں، اطاعتِ رسولؐ کے سامنے موم بن گئے۔ بارگاہ رسالت میں سربسجود ہوئے۔ شراب، خانوں کو لات ماری، بدکاری گئی بسیدیٔے نوشی ختم، نلیں بحسیٹر کلب گھروں کو خیر باد کہا، ریشمی گدیلے ترک کیے اور مسجد کی چٹائیوں پر جا کر لیٹے، سُنت رسولؐ یعنی داڑھی کی پابندی نصیب ہوئی، یہی نہیں برکاتِ ذکر سے عقائد درست ہوئے عبادات کی پابندی ہوئی، معاملات کی درستی اور حرام سے دُوری کی کوشش ہونے لگی۔ بعض لوگ جنھوں نے حلقۂ ذکر میں شامل ہونے سے پہلے رشوت وغیرہ لی تھی اس کا حساب کر کے بعد دخول حلقۂ ذکر رقم رشوت واپس کی۔ یہ تمام برکات ذکر الٰہی کی ہیں ؎

حریفاں بادہ ہا خوردند ورفتند
تہی خم خانہ ہا کردند ورفتند

فرمایا! ہاں جسے منازل علیا کی ضرورت ہو تو اس کے لئے ابھی بفضلہٖ تعالےٰ دروازہ کھُلا ہؤا ہے اگر اس کو برداشت کر کے ہمت نہ ہارے تو:

ہنوز آں ابر رحمت دُرفشاں است
خم وخمخانہ بامہرونشان است

فرمایا:۔ تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔ ایک دروازہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا ہے۔ جو کچھ ہے، جو کچھ ملنا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ کی جوتیوں سے ملتا ہے ؎

خلافِ پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز نخواہد بمنزل رسید

فرمایا: کن فی الظاھر جسمانیًا وفی الباطن روحانیًا۔

"ظاہر جسمانی بدنی، اور ظاہری تعلق مخلوق سے ہو، بال بچہ، زمین، جائیداد، یار دوست، دکان مکان، تجارت وغیرہ سے یہ تعلق حفاظت کا ہو، عبادت کا نہ ہو، تعلق صرف رب کریم سے ہو۔"

فرمایا: اللہ والوں کو دنیا کی کوئی چیز ذکر الٰہی، نماز اور عبادات سے مانع نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم رجال اللہ کی تعریف فرماتا ہے۔

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ۔

"رجال اللہ (مردان خدا) کو کوئی تجارت بیع، شرار ذکر الٰہی سے قیام نماز سے اور زکوٰۃ دینے سے مانع نہیں۔"

فرمایا۔ ہمارے سلسلے کا نام نقشبندیہ اویسیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے شاگردوں کی تربیت نقشبندیہ طریقہ کے مطابق کرتا ہوں

اور میں نے اپنے محبوب شیخ رحمۃ اللہ کی روح سے اخذ فیض اور اجازت لی ہے۔ میرے اور میرے شیخ مکرم کے درمیان کوئی ۴۰۰ سال کا فاصلہ ہے۔ میں نے اویسی طریقہ سے اپنے شیخ کی روح سے فیض بھی حاصل کیا۔ خلافت بھی ملی۔ اور بحمد اللہ میرے محبوب شیخ کا فیض تربیت اس وقت دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہا ہے۔

فرمایا:۔ اویسی وہ ہوتا ہے جسے کسی ولی اللہ کی روح سے فیض حاصل ہوا ہو۔

فرمایا:۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ اس سلسلہ اویسیہ کے طریقہ سے فیض لیتے رہے ہیں۔

فرمایا:۔ اس سلسلہ والے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح سے فیض لیتے ہیں۔

فرمایا:۔ بحمد للہ اس فقیر کو اب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح سے فیض حاصل ہو رہا ہے۔

فرمایا:۔ روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض ذوقی چیز ہے۔

لطف ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ ذوقی جواب چاہتا ہے تو صلائے عام ہے طالب اور خلوص لے کر آجائے اور ممکن اور محال میں تمیز کرے، ورنہ صرف باتیں بنانے سے وہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو عملی طور پر کرنے سے ہوتا ہے ؎

لباس فہم بہ بالائے او تنگ ۔۔۔ سمند وہم در صحرائے او لنگ
نہ چندی گنجد آنجا و نہ چونی ۔۔۔ فرو بندلب از کم و ز فزونی

حُسنِ خلق

خلیل نیازی

حُسنِ خلق لکھوں ارفع و اعلیٰ لکھوں
بیکس و عاجز و مجبور کا مولیٰ لکھوں

روح لکھوں جان لکھوں غم کا مداوا لکھوں
دل شکستوں کا سہارا تمہیں آقا لکھوں

قوم مسلم کی زبوں حالی کا قصہ لکھوں
مسجد قرطبہ و مسجد اقصیٰ لکھوں

بھائی سے بھائی سبھی برسرِ پیکار ہیں آج
میرے مولا میرے آقا تمہیں کیا کیا لکھوں

کام آتے ہو صدا تم ہی ہر اک دکھیا کے
پھر نہ کیوں آپ کو دکھیوں کا سہارا لکھوں

جن سے ملتا ہے زمانے کو محبت کا سبق
زریں الفاظ میں پیغام تمہارا لکھوں

یاد ہو دل میں صدا آنکھوں سے آنسو ہوں رواں
ان ہی موتی کو پرو کر تمہیں پیارا لکھوں

تم جو مل جاؤ مجھے اتنی خوشی مل جائے
جس کے بدلے میں ہر اک غم ہے گوارا لکھوں

اس طرح اب میری روح میں سمو جاؤ کہ میں
تم پیارے ہو پیارے ہو پیارا لکھوں

کوئی بھی اب تو نیازی کو نہیں بھاتا ہے
فخر ہے اس کو کہ دیوانہ تمہارا لکھوں

اسرار التنزیل

حضرت شیخ المکرم مولانا محمد اکرم صاحب ۔ مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ آیۃ

سورۃ توبہ کی اس آیت کریمہ میں انسانی دل کی ایک کیفیت اور اس کی ایک حالت کا ارشاد ہوا ہے کیونکہ انسانی جسم میں دل ہی ایک ایسا عضو ہے جو پورے جسم انسانی پر حکومت کرتا ہے دل ہی وہ حصہ ہے جسے اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہوا اور دل ہی جسم کا وہ حصہ ہے جس پر تجلیات باری وارد ہوتی ہیں اور دل ہی وہ حصہ ہے جس کے بارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"اذا صلحت صلح الجسد کلہٗ واذا فسدت فسد الجسد کلہٗ"

اگر اس کی اصلاح ہو جائے تو تمام جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے ذہن ہو نگاہ ہو زبان ہو ہاتھ یا پاؤں ہوں سب اصلاح پذیر ہو جاتے ہیں اگر دل بگڑ جائے تو تمام جسم کو بگاڑ کر تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔

دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات دل ہی سے متعلق ہیں اور دل کی کیفیات ہیں دو رنگی نہیں ہوتی ذہن سوچتا کچھ ہے زبان سے کچھ نکلوا دیتا ہے لیکن دل میں دو کیفیتیں بیک وقت نہیں رہ سکتیں جو تصویر بھی دل میں موجود ہو اس کے خلاف کوئی رنگ دل میں نہیں ابھرتا اگر ایمان ہو تو اس میں کفر کی بنیاد نہیں رہتی اور اگر دل میں کفر ہو اعضاء و جوارح اذانیں بھی کہتے رہیں تو ایمان کی کوئی رمق اس دل میں پیدا نہیں ہوتی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیوضات و برکات صرف اور صرف ان لوگوں کو نصیب ہوئے جن کے قلوب نے آپ کی ذات اقدس کو قبول کیا ورنہ بعثت نبوی تو رہتی دنیا تک کی ساری انسانیت کے لئے تھی آج بھی انسانوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی ہیں اور اس دور میں لینے والے روئے زمین کے تمام انسانوں کے لئے

بھی آپ ہی کی نبوت تھی۔ آپ جو کچھ ارشاد فرماتے تھے اس میں تو ساری انسانیت کو خطاب ہوتا تھا قرآن کریم نے ساری انسانیت کو خطاب فرمایا ہے اصلاح کے لیے کوشش محنت اور مجاہدہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے وہ تو ساری انسانیت کے لئے ہوتا تھا۔ مگر اُس قوم میں بھی سارے انسان ایمان تو نہ لاسکے سب کو تو یہ نصیب نہ ہوا انسانوں کی تین قسمیں ہوگئیں تین طبقے بن گئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو تین طبقے تین جماعتیں انسانوں کی ہوگئیں۔ ایک وہ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر دیا اور کافر کہلائے ایک وہ لوگ جنہیں خلوص دل سے ایمان نصیب ہوا اور مومن کہلائے ایک طبقہ عجیب اس دور کا تھا کہ جب ظاہری طور پہ دنیوی اعتبار سے غلبہ ہوا یعنی مدنی عہد رسالت۔ جس میں مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی اسلامی فوج کی بنیاد پڑی اور اسلام کی ایک سٹیٹ بنتی ہوئی نظر آئی تو کچھ لوگوں نے دنیوی مصالح اور دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے اپنے مومن ہونے کا اعلان کر دیا لیکن ان کے دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گرفتار نہ ہوئے اُن کے دلوں کو آپ کی عظمت کا احترام نہ ہوا ان کا طریقہ یا ان کی کیفیت بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

"ومن الناس من یقول اٰمنا باللّٰہ
وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین۔"

کہ ایسے لوگ بھی ہیں من یقول اٰمنا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر۔ ایسے لوگ جو کہتے ہیں ہم اللہ کو مانتے ہیں آخرت کو مانتے ہیں ضروریات دین کا اقرار کرتے ہیں رسالت کو مانتے ہیں کتاب کو مانتے ہیں وما ھم بمؤمنین۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لیکن وہ ایمان دار نہیں ہیں جب مانتے ہیں سب کچھ تو ایمان دار کیوں نہیں ہیں کیا اس لئے ایمان دار نہیں ہیں یخٰدعون اللّٰہ والذین اٰمنوا۔ مسلمانوں کو بھی اور اللہ کریم کو بھی دھوکے میں رکھنا چاہتے ہیں یعنی ان کے دلوں نے قبول نہیں کیا۔ دنیوی فوائد دنیوی مصالح دیکھ کر وہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے نام کو مسلمانوں کی طرز پہ رکھ کر جو فائدہ مسلمان کہلانے سے حاصل ہو سکتا ہے وہ فائدہ حاصل کر لیں۔ عملاً انہیں اسلام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

اور یہ خوب یاد رہے کہ مکہ مکرمہ میں تیرہ سالہ عہد نبوت میں کوئی منافق نہیں ہے۔ جتنے لوگوں کو بھی مکہ مکرمہ میں ایمان نصیب ہوا وہ سب مخلص تھے ان کی وجہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں اسلام کے پاس کوئی دنیاوی وجاہت نہیں

تھی وہاں غلبہ کفر کا تھا مسلمان مقہور اور مجبور اور مظلوم تھے اور کوئی ظلم برداشت کرنے کے لئے منافقانہ ساتھ نہیں دیتا۔ منافقانہ ساتھ جو شخص بھی دیتا ہے۔ وہ دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے اور چونکہ دنیوی سیاست کی بنیاد ہی مدینہ طیبہ میں آکر پڑی تو مدینہ طیبہ میں بعض کفار نے بھی اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور دیکھیں نفاق کتنی بڑی بیماری ہے کہ انہوں نے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا۔۔۔۔۔ نماز روزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اسی مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر انہوں نے نمازیں پڑھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے۔ لیکن جب تک دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ مل سکا منافق کہلائے اور نفاق تو کفر کی بدترین شکل ہے۔

منافق بھی کافر ہی ہوتا ہے لیکن کھلے کافر سے بدتر کافر۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔

کہ سب سے نچلے درجے میں دوزخ کے طبقے نیچے کو چلتے ہیں جو جتنا نیچے چلا جاتا ہے اتنا عذاب میں شدت آتی جاتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے سب سے نچلے درجے میں منافقین کی جگہ ہوگی یعنی سب سے گہرے کافر بدتر کافر جو ہے وہ منافقین ہے تو یہاں بھی نفاق کی ایک کیفیت کو ارشاد فرمایا کہ خوب یاد رکھیں۔

قرآن کا موضوع حکایات نہیں ہیں نہ یہ تاریخ کی کتاب ہے نہ تاریخ اس کا موضوع ہے قرآن کا موضوع ہے حیات انسانی اور اس پر مرتب ہونے والے ابدی اثرات ونتائج۔ قرآن کا موضوع ہے انسان اور اس کے خالق کا تعلق اس کی نوعیت وکیفیت۔ جو بات بھی یہ بیان کرتا ہے یہ اپنے موضوع کے اعتبار سے بیان کرتا ہے کوئی واقعہ تاریخی بیان کرے یا کوئی حکم دے کسی چیز سے روک دے یا کوئی مشورہ دے کوئی کام کرنے کا کہے یا کسی کام سے منع فرمائے تو اس سب کا ماحاصل جو ہوتا ہے وہ بندے کے رب سے تعلقات ہوتے ہیں وہ دیکھنا ہوتا ہے۔

تو یہاں جو بیان ہوتا ہے اس میں بھی غرض یہ ہے کہ میں اور آپ دوسرے افراد انسانی یا قیامت تک آنے والے لوگ جب اس جگہ سے گزریں ان آیات کو دیکھیں پڑھیں تو وہ اپنی حالت کا اپنے دل کا جائزہ لیتے ہوئے گزریں صرف اس بات پہ خوش ہونا کہ ابوجہل دوزخ میں چلا اس پہ "تالیاں پیٹنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آدمی غور کرے کہ وہ بدنصیب

دوزخ میں کیوں گیا۔ اور جس جرم میں وہ گرفتار ہو کہیں
اُس جرم کا کوئی شائبہ میرے شعور میں میری عقل میں
میری سوچ میں میرے دل میں میرے وجود میں تو
نہیں ہے۔

یا ہم یہ کہیں کہ صحابہ کرامؓ سب جنتی ہیں الحمدللہ
ہم یہ کہیں کہ فلاں ولی اللہ کے اتنے منازل ہیں فلاں
بزرگ کے اتنے درجات ہیں تو اس پہ بھی صرف
خوش ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ دیکھنا یہ پڑے گا
کہ وہ بات جو صحابہؓ میں تھی وہ بات جو اہل اللہ میں تھی
وہ بات جو اولیاء اللہ میں ہے اُس میں سے کوئی ذرہ خوبی
میرے وجود میں میرے دل میں میری سوچ میں
میرے عمل میں بھی ہے یا نہیں ہے؟

اگر ہم نے ان کے نقش کف پا کو پالیا تو پھر
ہماری خوش بختی کا کیا ٹھکانہ اور اگر خدانخواستہ
ہم میں وہ خصائل وہ عادات ہوں جو کفار اور منافقین
میں تھیں۔ تو پھر ہمیں کسی کی بخشش پہ خوش ہونے سے
کیا حاصل ہوگا۔ تو قرآن کریم پڑھنے کا اصل میں تو فائدہ
یہ ہے کہ جو شخص بھی تلاوت کرے وہ دنیا ساری
کو بھول کر یہ سمجھے کہ میرے لیے ہی یہ کتاب نازل
ہوئی ہے اور مجھی کو خطاب کرتی ہے۔ آپ کبھی
اس انداز سے پڑھ کر دیکھیں بڑا لطف آئے گا۔
اور واقعی قرآن ہر ہر آدمی کے لئے نازل ہوا ہے
جیسے آپ سے بات کرتا ہے آپ کو خطاب کرتا ہے
ویسے مجھے بھی خطاب کرتا ہے تو آدمی اس نگاہ سے
پڑھے کہ یہ میرے رب کریم کا حکم ہے اس کا کلام
ذاتی ہے اور مجھے اس نے اتنا نوازا ہے کہ میرے
لئے ہی اس نے اتنی بڑی کتاب بھیجی ہے اس میں کیا
کیا چاہتا ہے اور اپنی رضامندی کو کس طرح سے
پانے کا بیان فرماتا ہے اور کن باتوں پہ وہ راضی
نہیں ہے خفا ہے۔ تو اس نگاہ سے جب دیکھیں
تو پتہ چلتا ہے ــــ ۔۔۔۔

تو اس نگاہ سے اس آیت کریمہ کو دیکھیں دیکھیں
کیا انداز ہوتا ہے اور کیا عتاب بنتا ہے ارشاد
ہوتا ہے۔

(فرح المخلفون ــــ ۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

واقعہ تھا ایک جہاد کا گرمیوں کا موسم تھا سفر
تھا مدینہ منورہ سے تین ساڑھے تین سو میل اور حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا جہاد کا۔
تو وہ لوگ جو سعادت ابدی کے حصول کے لئے
خدمت عالیہ میں پہنچے تھے انہیں تو گرمی سردی سے
غرض نہیں تھی انہیں تو اپنا مقصود حاصل کرنے سے
غرض تھی ان کے تو دل کی کلی کھل اٹھی کتنی سعادت
ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی معیت
میں بقائے دین کے لئے اللہ کے احکام کی حفاظت
کے لئے اللہ کے دین کے نفاذ کے لئے ہمیں بھی
شرف ہمرکابی حاصل ہو رہا ہے لیکن جن کا مقصد

صرف دنیوی فوائد حاصل کرنا تھا اُن پہ تو اوس پڑ گئی اُنہوں نے کہا اس کا فائدہ کیا ہو گا کہ چار سو میل گرمی میں دن رات چلیں گے سفر ہو گا بھوک پیاس ہو گی پھر کفار سے مقابلہ ہو گا لڑائی ہو گی خدا معلوم کون بچے گا کون مرے گا۔ بیوی بچے یہاں شہر میں رُلیں گے ہماری ہڈیاں وہاں رُل جائیں گی۔ تو اُن کے لئے تو یہ بات بڑی مہنگی ہوئی تو کچھ لوگوں نے (بیشتر منافقین میں سے) چھپنے چھپانے کی کوشش کی ساتھ نہ گئے تو جب وہ پیچھے رہ گئے تو اُن کے رہ جانے کو جو اُن کی کیفیت تھی اُس کا نقشہ کھینچتا ہے قرآن کریم فرح المخلفون۔۔ کہ بڑے ہی خوش ہوئے وہ پیچھے رہ جانے والے جو جہاد پہ نہیں گئے تھے بمقعدھم کہ ہم اپنے گھروں میں اپنے ٹھکانوں میں موجود رہیں گے۔

خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھو لوکہ نبی سے بچھڑ کر خوش ہیں یہ اندازہ کرلو کہ کیسی ہستی سے بچھڑ کر رہ گئے اور پھر یہ خوش ہیں اس بات پہ کہ ہم اپنے گھروں میں موجود ہیں۔

"وکرھوا ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ"

اور اُنہیں یہ بات مطلق پسند نہ آئی کہ اپنے مال سے اپنی جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اس راہ سے یہ کترا گئے ۔۔۔۔۔۔

یعنی جب کچھ کرنا پڑ گیا جہاں مال پہ زد پڑتی تھی مال دینا پڑتا تھا جان پہ زد پڑتی تھی تو وہاں سے کترا گئے چھپ گئے اور پیچھے بیٹھ کر آپ بڑے خوش ہیں۔

وقالوا لاتنفروا فی الحر۔ اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ بھائی گرمی میں باہر نکلنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

میرے بھائی اب اس بات کو دیکھو کہ گرمی سے بچنا اور دنیوی فائدہ اُٹھانا یہ خواہش تھی اُن کے نفس کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانا اور بھوک پیاس کو برداشت کرنا اور اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے دفاع کا حق ادا کرنا یہ خواہش تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی۔ تو کترانے اور چھپنے والوں کے دلوں میں اُن کا اپنا نفس جاگزیں تھا اُن کے دل نے اُن کے نفس کے حق میں فیصلہ دیا اُس نے نفس کی بات مانی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھکانہ اُن کے دل میں نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو دل اُس بات کی طرف لے چلتا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔

تو گویا دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گھر نہ ہونا نفاق ہے اور دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موجود ہونا ایمان ہے۔ اب اس ہونے نہ ہونے کا فیصلہ کیسے ہو! حضور

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے خلاف کرنے سے اگر کوئی خوش ہو، کسی سنت کو، کسی حکم کو جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہو اُسے چھوڑ دینے سے اگر دل میں دُکھ پیدا نہ ہوا تو وہ شخص منافق ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بتقاضائے بشریت اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم چھوٹ جائے کسی انسانی کمزوری سے کسی وجہ سے لیکن اس چھوٹ جانے پہ خوشی نہ ہو رنج ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا تعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے ۔ یعنی کسی امر کا چھوٹ جانا یہ ممکن ہے ۔ کوئی بھی آدمی کسی وقت کسی فرض سے، کسی سنت سے غافل ہو سکتا ہے چھوڑ سکتا ہے لیکن اس چھوڑ دینے پہ مطمئن ہو جانا یہ مسلمانی کی دلیل نہیں ہے یہ دلیل نفاق کی ہے خدانخواستہ ۔ عالم فرماتے ہیں کہ آیت میں تو بات ہو رہی ہے جان اور مال کے دینے کی ۔ یعنی بات بڑی اہم تھی کہ اگر جاتے تو مال بھی خرچ ہوتا اور جان کا بھی خطرہ تھا کہ شاید جان بھی چلی جائے ۔ ۔ ۔۔۔۔ ۔ ۔

۔۔۔ لیکن جہاں نہ مال کا اندیشہ ہو نہ جان جانے کا خطرہ ہو اور آدمی وہ کام بھی نہ کرے کہ مثلاً آپ روزمرہ کے معمولات کو ہی دیکھ لیجئے ایک شخص بلا تکلیف نماز ضائع کرتا چلا جاتا ہے اور اُس کے لئے نہیں اُٹھتا اور نماز ادا نہ کرنے کا دُکھ بھی اُس کے دل میں پیدا نہیں ہوتا تو اُس کے پاس اپنے ایمان پہ قائم ہونے کی دلیل کیا ہے ! ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ اگر اس آیت کریمہ کو دیکھیں تو کیا دلیل رہ جاتی ہے اُس کے پاس ۔ اسی طرح حلال و حرام حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے واضح فرما دیئے اب ایک شخص حرام کھاتا ہے اور اس کھانے پہ مطمئن بھی ہے اور مسلسل ساری زندگی کھاتا چلا جا رہا ہے ۔ اُسے یہ احساس نہیں ہوتا کہ مجھے خدا کے حضور پیش ہونا ہے ۔ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے روبرو پیش ہونا ہے اور میرے اعمال پر شہادت لی جائے گی ۔ ارشاد ہوتا ہے ۔ ۔ ۔

" فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید
وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شہیدا ۔ "

عجیب وقت ہو گا، کیا حال ہو گا، لوگوں کا اس وقت کیا بنے گا، لوگ کیا کہہ سکیں گے اُن کے پاس کون سا عذر ہو گا ۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید جب ہر قوم ہر امت ہر جماعت پہ جس کا بھی وہ اتباع کرنے کا دعوٰی کرتے ہیں وہ بطور گواہ لایا جائے گا ۔ جو شخص بھی ایک چھوٹے سے مولوی ایک چھوٹے سے پیر سے لیکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک یا اپنے نبی تک پہلی امتوں میں سے، جس شخص کے اتباع کا مدعی ہے وہی شخص

اس پر بطور گواہ لایا جائے گا۔ گواہی اس بات کی انہیں دینی ہوگی کہ یہ یہ کام جو اس نے کیسے ہیں کیا تو نے اسے یہ کام تعلیم کیے تھے! ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ تو حدیہ ہے کہ جتنی غلط کاریاں ہم سے ہمارے لیڈر ہمارے پیشوا، ہمارے رہنما یا علماء یا پیر کرواتے ہیں سارے کہہ دیں گے کہ خدایا ہیں نے اس غلط کام کرنے کو نہیں کہا تھا۔ جو کہتے ہیں وہ بھی مکر جائیں گے ۔ ۔ ۔ حتیٰ کہ کفار کے رہنما بھی کہہ دیں گے خدایا انہوں نے اپنی مرضی سے کفر کیا تھا ان کے کفر کا بوجھ ہم پر مت لاد۔ صرف اور صرف وہ لوگ میدان میں رہ جائیں گے جو دوسروں تک اللہ کا حکم پہنچاتے ہیں اللہ کے پیغمبر کا حکم پہنچاتے ہیں وہ اس بات پہ رہ جائیں گے کہ خدایا ہم نے یہ بات کہی تھی اس لئے کہ تیرا حکم تھا تیرے نبی کا حکم تھا۔

پھر اس بات پر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی ہوگی وجئنا بك علی ھؤلاء شھیدا۔ کیا یہ شخص جو بات کہتا ہے کہ میں نے لوگوں تک پہنچائی آپ نے واقعی یہ بات اسی طرح تعلیم فرمائی تھی؟

کیا آپ توقع رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی غلط بات پہ ہاں کہہ دیں گے: اسی بات پہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاں فرمائیں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے تو گویا بات نتھر جائے گی۔

کہ قیادت صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سزاوار ہے۔ صرف اسی بات کی ہر شخص ضمانت دے سکے گا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس تک پہنچی ہے اگر کوئی شخص اپنے روزمرہ کے رواج کو سنت نبوی پہ مقدم رکھتا ہے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس میں ایمان موجود ہے؟ اس کا ایمان ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔ بھلا کیسے ممکن ہے کہ ترک سنت پہ خوش بھی ہو رہا ہو اور اسے یہ خیال بھی ہو کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق بھی ہے۔ اصل سمجھنے کی بات یہ ہے

آپ کفار کو منافقین کو تو چھوڑ دیجئے، بات فکر کرنے کی ہماری اپنی ہے جنہیں ایمان کا دعویٰ ہے ایمان ایک کیفیت کا نام ہے جو دل میں ہوتی ہے اور اس کیفیت کا حاصل یہ کہ اس آدمی کا تعلق قائم ہو جاتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی پسند اپنا ارادہ جب اس کے ذہن میں اترتا ہے کہ مجھے یہ کام کرنا چاہیئے تو دل کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کام سے منع کر دیا ہے تو پھر ذہن مجبور ہوتا ہے رک جاتا ہے اعضاء وجوارح رک رک جاتے ہیں چونکہ دل کی پسند جو ہے انسان پہ بہت زیادہ حاوی ہے آپ دیکھیں لوگ بعض چیزوں کو عقلاً پسند کرتے۔ کتنے چور ایسے ہیں جو چوری کو عقلاً پسند نہیں کرتے ان کا ذہن

بھی انہیں سمجھاتا ہے یہ کام برا ہے لیکن اُن کا دل کہتا ہے کریں گے۔ کتنے بدکار ایسے ہیں جو بدکاری کو ذہنی طور پر قبول نہیں کرتے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بُری بات ہے رسوائی بھی ہے بدنامی بھی ہے مال کا ضیاع بھی ہے یہ سب کچھ سمجھنے کے باوجود وہ پھر کرتے ہیں۔ کیوں اس لئے کرتے ہیں کہ اُن کا دل کہتا ہے کیونکہ دل حاکم ہے۔

ہمارے علاقے کے تھانیدار صاحب مجھ سے کہہ رہے تھے کہ مولانا آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں ہے کہ رشوت حرام ہے یہ بہت بُری شے ہے ہمیں علم ہے خوب سمجھتے ہیں لیکن ہم چھوڑ نہیں سکتے۔ یعنی عقل بُرائی کو سمجھتا ہے کہ یہ بُرائی ہے دل اُسے چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔ تو گویا دل میں وہ بُرائی ہوئی دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تو موجود نہ ہوئے تو جب دل پر تسلط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے اور آپ کے اتباع کو چھوڑ کر کوئی شخص خوش ہے۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں ایسے شخص کو خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ ایسے شخص کو بے فکر نہیں ہونا چاہیئے اُسے اپنا فکر کرنا چاہیئے اُسے اپنا انجام سوچ لینا چاہیئے۔ اُسے دیکھنا چاہیئے کہ جس راستے پہ میں چل رہا ہوں یہ پہنچتا کہاں ہے اس کی آخری منزل کیا ہے فرمایا وہ لوگ تو کہتے ہیں نا۔ لاتنفروا فی الحر کہ یار گرمی میں پریشان ہوں خراب ہوں موسم بہت شدید

ہے ان سے بچنا چاہیئے۔ فرمایا میرے حبیبؐ ان سے کہہ دیجئے

۔۔۔ نار جہنم اشد حرا۔ سب تکالیف سے بڑا دکھ دوزخ کی آگ ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسند خلاف خوش ہونا یہ راستہ دوزخ کا ہے یعنی فرمایا انہیں یہ خبر دے دو کہ جس راستے پہ تم چل رہے ہو یہ تو دوزخ کو جاتا ہے۔ تم تکالیف سے بچنا چاہتے ہو اتباع پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکلیف سمجھتے ہو اور اُس تکلیف سے اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہو مثلاً زکوٰۃ دینا مال کا کیوں اتنے پیسے اپنے پاس سے کوئی کسی کو دے دے، یا کون دن میں پانچ دفعہ آرام کو چھوڑ کر اپنے کام کو چھوڑ کر نماز کے لئے اُٹھے، کون سارا دن بھوکا پیاسا مرے اور گرمیوں میں سارا دن روزے کی شدت کو برداشت کرے۔ میاں یہ خواہ مخواہ کی مصیبت مول نہیں لی جاتی۔ فرمایا ان سے کہو دو کہ ان باتوں کو چھوڑ کر جو راہ تم نے اپنائی وہ جہنم کو جاتی ہے اور کونسا دکھ ہے جو وہاں نہیں ہے۔ سب تکالیف سے بڑا دکھ دوزخ کی آگ ہے۔

لوکانوا یفقہون۔ کاش لوگ اس بات کو سمجھ سکتے کاش لوگ اس کا تجزیہ کرتے اور اس بات کو پاتے کی اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔

فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً۔ یہ چند روزہ زندگی ہے۔ یہ چند روزہ اللہ کریم تمہارا راشن بند نہیں کریگا۔

مومن کا فزیک بد ہر ایک کو کھانا پینا ہوا دھوپ پانی ہر شے مل ہی رہی ہے لیکن ایک طویل زندگی ہے۔ اس چند روزہ زندگی کے پیچھے نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ چند روز اگر تم نے ہنس کر بھی گزار دیے اور ابدالاباد کا رونا گلے پڑ گیا تو سودا بہت مہنگا ہے یاد رکھیں اگلی راحت جو ہے وہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع میں ہے۔ اور اتباع تب تک نصیب نہیں ہوتا جب تک دل کا، قلب کا، باطن کا تعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے استوار نہ ہو۔ جب یہ تعلق قائم ہو جائے تو پوری زندگی کفر میں گزارنے والا شخص ہو، ایک جاہل بدو، مشرک اور صحرائی ڈاکو ہو قاتل ہو یا دنیا کا کیا ہی گیا گزرا انسان ہو جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر دل سے ایمان لاتا ہے تو یہ اتباع رسالت کی شان ہے اس ایک چھوٹے سے عمل کے طفیل وہ صحابی بن جاتا ہے۔ صحابیت انسانیت میں وہ مقام ہے جو نبوت کے بعد افضل ترین درجہ ہے دوسری طرف کوئی شخص اگر ساری عمر عبادت کرتا رہے اس کا نام بھی دین محمد ہو اور وہ رہتا بھی مدینہ منورہ میں ہو اور نماز بھی مسجد نبوی میں پڑھتا رہے جب تک اس کے دل میں ایمان نہ آئے گا اس کی باتوں کا اس کے نام کا اس کی عبادت کا کوئی اعتبار نہیں۔

اب یہ دل میں ایمان آنا کیا ہے! کون کسی کے دل کو دیکھے کہ میرے دل میں کیا ہے یا آپ کے دل میں کیا ہے یہ تو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ تو اللہ کریم نے ایک آئینہ دے دیا ہے اس آیت میں کہ اگر ترک سنت پہ تو مطمئن ہے خوش ہے تو سمجھ لے کہ تیرے دل میں ایمان نہیں ہے اور اگر اتباع سنت پہ خوشی ہوتی ہے ترک سنت پہ دکھ ہوتا ہے تو یہ دلیل ہے تیرے ایمان دار ہونے کی یہ دلیل میرے پاس میرے لئے ہے اور آپ کے پاس آپ کے لئے۔ کوئی ایک دوسرے کی کیفیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ آپ میرے بارے فتویٰ نہیں دے سکتے میں آپ کے بارے فتویٰ نہیں دے سکتا۔ لیکن ہر شخص اپنے بارے میں یہ جان سکتا ہے کہ میرا دل کس بات پہ خوش ہے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پہ خوشی ہے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو چھوڑنے پہ خوش ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھئے اگر ترک سنت کا دکھ موجود ہو تو انسان ساری زندگی سنت کو ترک نہیں کر سکتا کیونکہ کسی بات کے چھوٹ جانے پہ رنج ہو اگر تو ایک بار چھوٹ سکتی ہے دو بار چھوٹ جائے دس بار چھوٹ جائے آخر انسان اس کو پا لیتا ہے لیکن اگر پوری زندگی اتباع رسالت کا دین پہ عمل کرنے کا خیال ہی دل میں نہ آئے تو سمجھ لیا جائے کہ وہ نعمت وہ دولت وہ رحمت جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بانٹی تھی وہ کیفیات وہ تجلیات وہ برکات وہ انوارات جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقسیم ہوئے

شاید اُن سے اب تک میرا سینہ خالی ہے پھر اُسے فکر کرنا چاہئیے کہ کیوں خالی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ یہ ابرِ رحمت جب پوری دنیا پہ برستا ہے اور ابدالآباد رہتی دنیا تک کے لئے برستا رہے گا تو اتنی بڑی بارش میں مَیں بھیگنے سے کیوں بچ رہا۔ بھائی کیا کسی آڑ میں ہوں کسی کے پیچھے ہوں کہیں کسی مینار کے پیچھے ہوں کہیں کسی اُوٹ میں چھپ گیا ہوں مَیں کیوں اس بارش کے سامنے نہیں آتا۔ ہر مسلمان کو یہ چاہیئے کہ وہ اپنا محاسبہ کرتا رہے ایمان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع یا اطاعت کا دامن جہاں سے چھوٹے وہیں دل پہ چوٹ لگے دُکھ تڑپ پیدا ہو اور انسان واپس لوٹے توبہ کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرے ۔ ۔ ۔

اسی

۔ ۔ آیت کریمہ میں اللہ کریم نے منافقین کی قلبی کیفیات کا نقشہ کھینچ کر ہم سب کے لئے ایک فریم ایک آئینہ رکھ دیا ہے جس میں ہر شخص اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے ۔ ہمارے اس دور کی مصیبت ایک یہ ہے جیسا کہ حدیث پاک ارشاد ہوا ۔

۔ ۔ ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک دور ایسا آئے گا کہ سب لوگ نصیحت کرنے والے ہوں گے عمل کرنے والا کوئی نہیں ہو گا میں آپ سے کہہ رہا ہوں آپ دوسرے سے کہہ دیتے ہیں وہ اگلے سے کہہ دیتا ہے لیکن یہ کوئی نہیں سوچتا کہ عمل کون کرے گا۔ تو ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہمارے ہاں کہنے سننے کا رواج بہت ہے عمل کا کم ہو رہا ہے ۔

میرے بھائی زندگی عمل سے عبارت ہے اگر تو میرا آپ کا عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے مطابق ہے تو یہ بہت عطا ہے رب کریم کی ۔ اس پہ استقامت کی ضرورت ہے اُسے بنانے سنوارنے کی ضرورت ہے اُس حسین سے حسین تر کرنے کی ضرورت ہے ۔ ۔ ۔ اور اگر میرا عمل ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے تو پھر ایمان کا فکر کرنا ہو گا ۔

(وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

معذرت

ہم نے کئی مرتبہ کاتب کی تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے مضمون نگار حضرات کی خدمت میں تحریر کیا ہے کہ اپنے نگارشات لکھتے وقت کاغذ کی ایک طرف لکھا کریں اور کاغذ ذرا اچھا لیں کھُلا کھُلا لکھیں تاکہ کتابت کراتے وقت کاتب کو دقت محسوس نہ ہو ویسے بھی تحریر صاف اور کاغذ کی ایک طرف ہونی چاہئیے۔

"ادارہ"

قسط اول

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ کا سفر زیارت حرمین اور مشرق وسطیٰ کا تبلیغی دورہ

حافظ غلام جیلانی

روانگی:

کے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گاہ بمکہ منزل و گاہ در مدینہ جا کنم

۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کو اہل دل کا ایک قافلہ دیار حبیب ﷺ کو روانہ ہوا۔ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب صبح منارہ سے روانہ ہوئے چکوال سے حافظ عبدالرزاق صاحب ہمرکاب ہوئے حافظ غلام جیلانی چکوال سے اسلام آباد روانہ ہوئے اور ۸ بجے ائر پورٹ پہ پہنچ گئے، بے شمار ساتھی استقبال کے لئے موجود تھے جو راولپنڈی اسلام آباد واہ کینٹ، ڈسکہ، گوجرانوالہ اور پشاور وغیرہ مقامات سے تشریف لائے تھے۔ تمام احباب اپنے شیخ سے والہانہ عقیدت کے ساتھ الوداع کہہ رہے تھے۔ قریباً سوا دس بجے جہاز نے پرواز شروع کی اور بارہ بجے کے قریب کراچی پہنچ گئے۔ کرنل مطلوب صاحب ائر پورٹ پر موجود تھے جو لاہور کی فلائیٹ سے کوئی بارہ بجے سے پہلے ہی کراچی ائرپورٹ پہ پہنچ چکے تھے۔ جلوس کی نیت کے بغیر جلوس کی شکل میں احباب کو لے کر گاڑیاں شہر کو روانہ ہوئیں اور کرنل محبوب صاحب کی قیام گاہ پہ یہ قافلہ پہنچ گیا۔

۳۰ اور ۳۱ دسمبر کو قیام گاہ پہ آنے والوں کا ہجوم رہا صحبت شیخ وقت ذکر الٰہی ہوتا رہا۔ بے شمار نئے حضرات داخل سلسلہ ہوئے، بیعت سے مشرف ہوئے اور ذکر الٰہی کی مجلسوں میں شمولیت حاصل کی۔

چکوال سے روانگی کے وقت جب بندہ نے حضرت شیخ المکرم کو سفر پہ روانگی کی اطلاع دی تو فرمایا "بے شمار انعامات کی پیش گوئی کے ساتھ خدا حافظ"، اسی وقت دربار نبوی ﷺ میں حاضری دی تو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ کا یہ سفر تو حضور اکرم ﷺ کے ارشاد بلکہ بلانے پر ہی شروع ہوا ہے۔

یکم جنوری ۱۹۸۶ء مسجد فرقانیہ کراچی:۔

آج مسجد فرقانیہ میں حضرت شیخ کا خطاب ہوا۔ بہت بڑا اجتماع ہے۔ حضرت نے فرمایا:۔

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سرمایۂ حیات ہے۔ اسلام، نام ہی حضور ﷺ سے وابستگی اور آپ کی اطاعت کا ہے، آپ کی تشریف آوری، بے حد و حساب برکات کا باعث ہے۔"

مشرکین عرب بلا شبہ آپ کے وجود کی برکات سے

واقف تھے اور آپ کو صادق و امین کہتے تھے، مگر ان کی ساری قدر دانی محمد بن عبداللہ کی حیثیت سے تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان بعثت فرمایا تو لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے۔

ایک وہ جنہوں نے محمد رسول اللہؐ کی حیثیت تسلیم کی وہ رہتی دنیا تک مقتدائے عالم قرار دیئے گئے اور تسلیم کئے گئے۔ دوسرا وہ گروہ جو محمد بن عبداللہ تسلیم کرنے سے آگے بڑھنے کو آمادہ نہ ہوا۔ ان کا انجام خسر الدنیا والآخرۃ کے بغیر کچھ نہ ہو سکا۔ پہلے گروہ نے معرفت رسولؐ کا حق ادا کر دیا۔ اور اللہ تعالے نے ان کی قدر دانی کی انتہا کر دی، کہ اپنی رضا کا مدار ہی یہ قرار دیا کہ "والذین اتبعوھم باحسان" ان کی عظمت کا راز اس میں ہے کہ انہوں نے سب کچھ چھوڑا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا اور آج کے مسلمان کی ذلت و رسوائی کا واحد سبب یہ ہے کہ وہ عقیدہ و عمل میں ہر مقام پہ محمد رسول اللہؐ کا ساتھ چھوڑنا قبول کر لیتا ہے مگر اپنی خواہش شہرت رسم و رواج اور پسند کو چھوڑنا گوارا نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ سے تو یہ آواز مسلسل آ رہی ہے کہ

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

۲ جنوری ۹۷ء ملیر چھاؤنی:

۲ جنوری کو کرنل بشیر صاحب کے ہاں ملیر چھاؤنی میں ساتھیوں کا اجتماع تھا۔ کرنل صاحب نے ساتھیوں کو لے جانے اور وہاں اجتماع کا انتظام کرنے میں اپنی بہترین انتظامی قابلیتوں کا مظاہرہ فرمایا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

مسجد ۹۶ سی ۔۱۰ اے میڈیم ملیر:-

نماز مغرب کے بعد حضرت نے بیان فرمایا۔

مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ آپ نے فرمایا:-

"یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ ہر فرد بشر بہتری اور کامیابی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

یہ اور بات ہے کہ بہتری اور کامیابی کی تعیین میں اختلاف ہے۔ مگر وہ جسے رب العالمین کامیابی قرار دے اس میں کسی انسان کو تو اختلاف ہو نہیں سکتا بشرطیکہ انسان ہو۔ سو رب العالمین نے اعلان فرمایا ہے کہ فلاح صرف اس کو حاصل ہوئی جس نے اپنا تزکیہ کر لیا۔ اور فلاح کا لفظ نہایت وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ یہ زمان و مکان کی قیود سے بھی باہر ہے۔ اور تزکیہ کوئی معمولی کام نہیں بلکہ فرائض نبوت میں سے ایک فریضہ ہے۔ تاریخ سے پوچھو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فریضہ کس انداز سے ادا کیا۔ جاہل آئے فاضل بن کے اٹھے۔ چور اور ڈاکو آئے دوسروں کے مال جان آبرو کے محافظ بن گئے۔ ظالم آئے عادل بن گئے، بکریوں کے ریوڑ چھوڑ کے آئے حکمران بن گئے اور مثالی حکمران۔ غرض انسانی زندگی کا کوئی پہلو لے لو، صحابہ کرام کے وجود تزکیہ کی قابل رشک

مثالیں ہیں۔ آج بھی اہلِ دل حضرات اس فریضہ کی ادائیگی میں اتباع نبوی میں جانیں کھپا رہے ہیں اور آج بھی تزکیہ کا مفہوم وہی ہے کہ عملی زندگی میں تزکیہ کی بہار نظر آئے صرف مقامات سلوک طے کر لینا کافی نہیں جب تک اس مقام کا ٹھپہ سالک کی عملی زندگی پہ نہ لگ جائے۔

حضرت کے بیان کے بعد حافظ عبدالرزاق صاحب نے ذکر کرنے کا طریقہ بتایا۔ اور طریقہ بتانے کا ان کا اپنا ایک خاص انداز اور طریقہ ہے۔ پھر ذکر شروع ہوا مسجد کا ہال اور برآمدہ ذاکرین سے بھرا ہوا تھا۔ رات کرنل صاحب کے ہاں قیام ہوا تہجد کے بعد معمول میں کافی تعداد میں ساتھی موجود تھے۔

۵ر جنوری ۱۹۸۶ء:۔

حضرت نے جمعہ کے اجتماع میں ایک سکول کی شاندار مسجد میں خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا:۔

انسانیت کا مثالی دور وہ ہے جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا دور تھا۔ حضور اکرمؐ کی صحبت کی برکات سے جو کیفیت اس دور کے لوگوں نے حاصل کی وہی مسلمان کا منتہائے مقصود ہے۔

ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ الخ

اللہ کی ذات کا تصور تو ہر مذہب میں کسی نہ کسی صورت میں پایا جاتا ہے مگر اس کی ذات کی حقیقی معرفت تعارف، تصور وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا۔ ھدیٰ یا ہدایت نام ہے صحیح مثالی اور پسندیدہ زندگی گذارنے کا۔ اور اسی طرز زندگی کا نام دین ہے اور اسلام ہی دین فطرت ہے یعنی اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنا، سہل بھی ہے آرام دہ بھی ہے، پُر لطف بھی ہے پُر کیف بھی ہے۔ ہم نے جو زندگی کو ایک مرگِ مسلسل بنا دیا ہے تو اس کی وجہ فقط یہ ہے کہ ہم نے اسلام کا فطری طریقہ چھوڑ کر اپنی پسند کے غیر فطری طریقے اپنا لئے ہیں لہذا نہ خود کو سکون میسر ہے نہ کسی کو چین لینے دیتے ہیں ہماری یا ہمی نا اتفاقی سب سے بڑی مصیبت ہے مگر بقول

یہ آگ اپنی لگائی ہے آخیر اب اس سے رونا کیا

اگر آج ہم زندگی کے ہر پہلو میں ان پیمانوں کو اپنا لیں جو حضور اکرمؐ نے دئیے تھے تو اختلاف ختم اور سکون موجود مگر یہاں جعلی پیمانے ایجاد کرنے کی جو لت پڑ چکی ہے اس سے چھٹکارا مشکل ہے۔

مظفر آباد کا نوتی لانڈھی:۔

لانڈھی کی اس جامع مسجد میں حافظ عبدالرزاق صاحب نے جمعہ پڑھایا اور تزکیہ کی حقیقت، ضرورت اہمیت اور طریقہ پر سیر حاصل بحث کی بہت بڑا اجتماع تھا کچھ علمائے کرام بھی موجود تھے، نماز کے بعد جب خطیب صاحب کی قیام گاہ میں بیٹھے تو چند علمائے کرام تشریف لے آئے اور فرمانے لگے، آج کئی اشکال رفع ہوئے اور کئی الجھنیں دور ہوئیں اور کئی عقدے کھلے فالحمد للہ علیٰ ذالک

۵ جنوری بعد عشاء :

ماڈل کالونی میں جامعہ مدنیہ محمدیہ میں حضرت حضرت کا خطاب ہوا۔ چونکہ اعلان پہلے ہو چکا تھا اس لئے مسجد میں عظیم مجمع تھا۔ حضرت نے فرمایا:۔

کائنات کا ذرہ ذرہ رحمت باری کا محتاج ہے اور کائنات میں رحمت مجسم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ رحمۃ للعالمین نے اللہ کی رحمت اللہ کے بندوں میں یوں تقسیم کی اسے "تقسیم کرنا" کہنے سے بات بنتی نہیں اس لئے یوں کہیے۔ کہ رحمت لٹائی اس رحمت کے جو مخاطب اول تھے ان کی عظمت کا حال یہ ہے کہ دنیا کا ہر انسان اگر کامل ولی اللہ ہو جائے اور ان کی ولایت کو جمع کریں تو ان کی عظمت یہ ہے کہ یہ سب ولایت ایک ادنیٰ صحابی کے جوتے کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی لہذا اسے لٹانا نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔

حضورؐ نے یہ رحمت دو طریقوں سے لٹائی تعلیمات رسول اللہؐ اور برکات صحبت رسول اللہؐ گو تعلیمات رسولؐ سے کسی حد تک ان لوگوں نے بھی فائدہ اٹھالیا جن کی نگاہ دنیا سے آگے نہ جا سکی مگر حقیقی فائدہ انہوں نے ہی اٹھایا جو برکات صحبت رسولؐ سے بھی مستفیض ہوئے اور یہ استفادہ صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب قلب نور ایمان سے منور ہو یہ رحمت آج بھی اسی طرح لٹتی اور لٹائی جا رہی ہے۔ مگر اس کے لیے زندہ اور بیدار دل کی ضرورت ہے۔

وہ چیز اور ہے کہتے ہیں جان پاک جسے
یہ رنگ و نم یہ لہو آب و ناں کی ہے بیشی

۶ جنوری :

۵ رکو دیار حبیبؐ کو روانگی کا دن تھا اس لئے ۴ رکو عمرہ کے ساتھی پشاور، فیصل آباد، مردان، بہاولنگر وغیرہ سے آنے شروع ہو گئے، دن بھر احرام وغیرہ کی ضرورت کے سلسلے میں خریداری ہوتی رہی۔

مسجد طوبیٰ :

کراچی کی عظیم الشان مسجد جسے گول مسجد یا مسجد طوبیٰ کہتے ہیں مسلمانوں کے لئے ایک نہایت عظیم وسیع اور کھلی مسجد ہے اور غیر ملکیوں کے سیرگاہ یا فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے آج اس مسجد میں خطاب کے لئے حضرت کو دعوت دی گئی تھی چنانچہ مغرب کی نماز وہاں پڑھی، بڑا عظیم اجتماع تھا، حضرت نے حافظ عبدالرزاق صاحب کو فرمایا کہ تزکیہ کے متعلق کچھ باتیں بتا دیں، آپ نے نہایت دل افروز اور عمدہ انداز میں تزکیہ کے موضوع پر بیان کیا۔ چونکہ احباب کا تقاضا ہونے لگا کہ یہ صرف المرشد میں ہونا چاہیئے اس لئے اس کا خلاصہ دینا ضروری نہیں سمجھا۔

حضرت نے ذکر کرایا اور نماز عشاء کے بعد حضرت نے

بیان فرمایا:۔

انسان پر زندگی میں مختلف حالتیں گزرتی ہیں جنھیں دو ناموں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے خوشی اور غم۔ انسانی کوششوں کے باوجود بالعموم غم اور پریشانی کے لمحات زیادہ ہی ہوتے ہیں اور ہر شخص اپنی پریشانی کا علاج تلاش کرتا ہی رہتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت اتنی پریشان کبھی نہیں ہوئی جتنی اس وقت تھی جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور لطف یہ کہ آپ نے صلائے عام دے دی کہ لوگو! اپنی ساری پریشانیاں میرے پاس لاؤ اور مجھ سے ان کے بدلے خوشیوں سے دامن بھر کے لے جاؤ۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ واقعی ایسا ہی ہوا۔ انسانیت اب بھی پریشان ہے۔ مگر اس کا کیا کیا جائے کہ مریض جب اصل طبیب کے پاس جاتا ہی نہیں تو اسے علاج کہاں سے میسر آئے۔ لوگ عطائیوں کے پاس پھیری والوں کے پاس اور مجمع بازوں کے پاس جاتے ہیں جو اصل معالج ہے اس سے رابطہ قائم نہیں کرتے۔ پریشانیاں دُور کیسے ہوں۔ بات جب بنے گی جب انسانیت اصل معالج محسن کائنات رحمۃ للعالمین کو پہچانے گی اور یوں پہچانتے جیسے صحابہؓ نے پہچانا تو تمام دلدّر (دُکھ درد) دور ہو جائیں گے۔

ہمارے دن گذشتہ پھر ہمیں یارب دکھا دینا
سنا ہے تیری قدرت سے گئے دن پھر بھی آتے ہیں

حضرت کا بیان ختم ہوا۔ لوگ جوق در جوق معانقہ کے لئے بڑھے پھر گھر پہنچے سجداللہ رات گئے تک محفل جاری رہی۔ حضرت کرنل صاحب نے کاغذات مکمل کرائے، ہدایات دیں۔ سحر کے وقت اُٹھے غسل کیا احرام باندھا اسی حالت میں معمول شروع ہوا عجیب کیفیت تھی مراقبہ فنا فی الرسول میں مسجد نبوی میں عمرہ کے ساتھیوں کو خوبصورت ہار پہنائے گئے۔ کرنل محبوب صاحب کو بھی نیلا اور جامنوں رنگ کا ہار پہنایا گیا گو وہ عمرہ کے لئے نہ جا سکے مگر معلوم ہوتا ہے ان کی قلبی کیفیت یہ تھی کہ

ای قالب فرسودہ گراں کوئے تو دور است
القلب علی بابك لیلاً و نہاراً

ذکر سے فارغ ہو کر نماز ادا کی اور ائیرپورٹ کی طرف روانہ ہوئے تلبیہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں بے شمار احباب موجود تھے نم آلود آنکھوں سے الوداع کہا اور سعودیہ ۷۵۳ پرواز میں روانہ ہو گئے

جدہ مطار پہ سامان کی پڑتال ہوئی مطار سے باہر آئے مقامی ساتھیوں کے علاوہ تبوک سے آئے ہوئے ساتھی بھی موجود تھے، زاہد الیاس صاحب کے مکان پہ ذرا دم لیا۔ اور عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ

روانہ ہو گئے - زاہد صاحب اور میاں محمد سجاد صاحب نے گاڑیوں کا بندوبست کیا -

لبیک کی صدائیں بلند کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے بیت اللہ کے میناروں پر جب نظر پڑی تو رقت طاری ہو گئی چہرے خوشی سے دمک رہے تھے، گاڑیاں باب عبدالعزیز کے سامنے کھڑی کیں اور اندر داخل ہوئے جونہی بیت اللہ پہ نگاہیں پڑیں قدم رک گئے اور ہاتھ دعا کے لئے اٹھے - عجیب منظر تھا -

تبوک کے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے طواف شروع ہوا - بیس پچیس اہل دل کا قافلہ حضرت شیخ آگے آگے باقی جماعت پیچھے پیچھے طواف شروع ہوا انوار کا ایک طوفان تھا - طواف ختم ہوا - نفل بعد مغرب کے لئے ملتوی کئے، زمزم پہ گئے، ذبیح اللہ کی یاد تازہ ہو گئی - پانی پیا دعائیں کیں - اور سعی کے لئے صفا کی طرف بڑھے، چار چکر ہو چکے تو مغرب کی اذان ہو گئی - سعی کی تفصیل کیفیات ایسی اور اتنی ہیں کہ تفصیل نہیں دی جا سکتی صرف اتنا کافی ہے کہ اس دوران لبیک یا عبدی کی صدائیں بار بار آتی رہیں حلق کے بعد نماز عشا کے انتظار میں مطاف میں ذکر و مراقبات ہوتے رہے، نماز کے بعد جدہ واپسی ہوئی -

۵ر جنوری :

زاہد صاحب کے مکان پر تہجد کے بعد معمول ہوا - اور نماز فجر کے بعد مطار کی طرف چل دیئے ۸ بجے جہاز نے مدینہ طیبہ کی طرف پرواز شروع کی تھوڑی دیر بعد شہر نبوی ﷺ کے آثار نظر آئے، درود سلام میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہونے لگی - جہاز سے اترے، گاڑیوں کا انتظام احباب نے کر رکھا تھا - قیام گاہ کا بندوبست ہو چکا تھا - مکان پہ پہنچے سستائے نماز ظہر کی تیاری کی حرم شریف روانہ ہوئے باب جبریل کے پاس حضور اکرم ﷺ کے قدموں کی جانب بیٹھے، نماز ظہر پڑھی بیٹھے رہے عصر کی نماز کے بعد مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر دربار نبوی ﷺ میں حاضری دی ریاض الجنۃ میں کافی دیر تک دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا - معمول دونوں وقت ڈیرے پہ ہوتا رہا - تبوک کے ساتھی بھی پہنچ گئے -

۷ر جنوری :

آج صبح درس کلام مجید میں حضرت نے فرمایا اسلام ایک عملی مذہب ہے کوئی فلسفہ نہیں انسانی زندگی سے بحث کرتا ہے مگر اس کے دونوں حصوں سے یعنی دنیوی زندگی، اور زندگی بعد موت اسلام ترک دنیا نہیں سکھاتا بلکہ حسن معاشرت کی تعلیم دیتا ہے، اسلام کا کوئی حکم فطرت انسانی کے خلاف نہیں - مومن کا کام بس اتنا ہے کہ احکام الٰہی کی تعمیل خلوص اور پوری لگن سے کرے نتیجہ پھر اللہ پہ چھوڑ دے - اسلام صرف چند مخصوص ہیئت کی عبادات کا

نام نہیں، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں اطاعت الٰہی اور سُنّت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کا نام ہے

آج زیارات کا پروگرام تھا، تبوک کے ساتھی گاڑیاں لائے تھے، پانچ گاڑیوں کا قافلہ روانہ ہوا پہلے جبل اُحد پر گئے، سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کے مزار پر حاضری دی، آپ بے حد خوش ہوئے۔ ساتھیوں کی ڈاڑھیوں کو ہاتھ لگاتے اور سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے۔ آپ سے دعا کی درخواست کی فرمایا اعملوا صالحا۔ مساجد خمسہ گئے، جنگ کا نقشہ دیر تک سامنے رہا، یہاں حضور اکرمؐ کا قیام تھا۔ یہ صحابہؓ کے خیمے تھے، یہاں وہ چٹان تھی جو تین ضربوں سے ٹوٹی اور حضور اکرمؐ نے قیصر و کسریٰ کے سرنگوں ہونے کی بشارت دی، آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ پھر مسجد قبا میں گئے، نفل پڑھے، دعائیں ہوئیں۔ پھر مسجد جمعہ میں گئے، نفل پڑھے واپسی پر مسجد نبوی میں ظہر کی نماز ادا کی، دربار نبوی میں حاضری دی پہلے عمرہ پر آنے والے احباب پیش ہوئے مختلف انعامات سے نوازا گیا۔ ایک ساتھی کو خصوصی انعام ملا۔ وجہ یہ معلوم ہوئی کہ اس نے صبح کا درس سنکر ڈاڑھی رکھ لینے کا عزم مصمم کر لیا تھا کہتا تھا صبح کے درس نے مجھے ہلا کے رکھ دیا، بہت سی خاص باتیں اور ضروری ہدایات دی گئیں۔ اس کی خاص طور پر تاکید ہوئی کہ اپنی اصلاح اور دعوتِ دین کے کام میں سخت محنت کرو۔ جناب ناظم اعلیٰ نے حال ہی میں مختلف حضرات کی ڈیوٹیاں لگائی تھیں یہ کاغذ حضور اکرمؐ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضورؐ نہایت خوش ہوئے۔ غریب ساتھیوں اور سلسلہ میں آنے والے سابقون الاولون کی دربار نبویؐ میں بہت قدر و منزلت معلوم ہوئی۔

۸ ر جنوری:

آج تہجد کے بعد معمول میں مراقبہ فنا فی الرسول میں عجیب کیفیت رہی، نماز فجر کے بعد ڈیرے پر آئے حضرت نے درس قرآن مجید دیا۔ فرمایا۔ رب کریم کی طرف سے انسان پر ہر وقت تخلیقی طور پر نعمتوں کی مسلسل بارش ہوتی رہتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ معرفت باری کا شعور اور استعداد ہر شخص کو عطا کی گئی ہے۔ انسان اس نعمت کی ناقدری کرے تو عذاب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ دوسروں کا پیشوا بنا دیتا ہے۔ اگر یہ لوگ بگڑیں تو اپنے پیروؤں کے لئے جہنم کا راستہ کھول دیتے ہیں۔ ربوہ کے پاس سے جب گزرتے ہیں تو آگ کے شعلے لپکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ قادیانی پیشوا پر عذاب الٰہی آگ کے تنوروں اور بھاوں کی صورت میں ہو رہا ہے۔ اور اگر پیشوا ہدایت پر چلا اور چلایا تو اس کے پیروؤں کے نیک اعمال کا اجر اسے بھی ملتا ہے۔ حضرت جیؒ نے ہمیں اللہ کا ذکر سکھایا۔ ابھی

جب کوئی ساتھی ذکر کرتا ہے یا نیک عمل کرتا ہے تو اس کا ثواب حضرت جی کو بھی مل جاتا ہے۔

آج باہر سے آئے ہوئے ساتھیوں کے اسباق کی فہرست تیار کرکے انہیں کئی بار ذکر کرایا گیا۔ تبوک کویت اور دوسری جگہوں کے ساتھی بہت خوش رہے عصر کے بعد صفہ پر بیٹھ کر تلاوت کرتے رہے۔ پھر مواجہ شریف کے سامنے آکر سلام عرض کیا۔ ایک ساتھی نے عرض کیا میں جمعہ پڑھاتا ہوں بہت ہجوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔ جواب ملا۔ بلا تحقیق کوئی مسئلہ بیان نہ کرو۔ اور ریاء کا شائبہ کبھی نہ ہو۔ آج جدہ سے زاہد امین صاحب اور کرنل عبدالقیوم صاحب بھی آگئے۔

۹ر جنوری:

تہجد کے بعد معمول ہوا۔ حرم شریف گئے نماز فجر پڑھی اور فرمایا۔ انسان کی بھلائی اللہ کی اطاعت میں ہے۔ انبیاء کے ذریعے جو فیض پہنچتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی مرضیات کا پیغام اُمت تک پہنچاتے ہیں۔ معجزات انبیاء بس اثبات نبوت کے لئے ہوتے ہیں ہماری حالت تو یہ ہے کہ عام عادت سے ہٹی ہوئی کوئی بات دیکھی اسے کرامت سمجھ لیا۔ یہی حال حضرت موسیٰؑ کی اُمت کا ہوا۔ حضرت موسیٰؑ طور سے لوٹے تو دیکھا کہ قوم بُت پرستی میں مگن۔ پوچھا یہ کیا؟ جواب ملا ہمارے پاس زیورات تھے سامری نے ان سے بچھڑا بنایا۔ ہم نے سمجھ لیا کہ اللہ کی رضا بس اس کی پوجا میں ہے۔ موسیٰؑ نے وضاحت فرمائی۔ محض عجائبات صداقت کی دلیل نہیں ہوا کرتی، اصل کام اللہ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے، شریعت کے خلاف ہر نظریہ ہر عمل ہر بات محض گمراہی ہے۔ آج مکہ مکرمہ اور دمام سے کچھ ساتھی آگئے دن بھر ذکر و فکر کی محفل رہی۔

۱۰ر جنوری:

آج تہجد کے بعد معمول میں مختلف جماعتیں دربار نبویؐ میں پیش کی گئیں۔ جدہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، امریکہ، بنگلہ دیش، ناروے، سویڈن اور پاکستان کے تمام صوبوں کی جماعتیں باری باری پیش کی گئیں۔ حضور اکرمؐ نے ہر ایک جماعت کو اس کے حسب حالات ہدایات فرمائیں۔

صبح کی نماز کے بعد درس قرآن ہوا۔ حضرت نے فرمایا:-

بنیادی طور پہ ہر انسان آرام و راحت کا طالب ہے، جو لوگ آخرت کو مقصود بنا کر دنیوی زندگی بسر کرتے ہیں انہیں آخرت میں بھی راحت و آرام مطلوب ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو موت بھی پسند ہوتی ہے ان کو محسوس ہوتا ہے کہ ان کی اخروی زندگی میں حسن کھل رہا ہے۔ حضرت خالدؓ نے ایرانی سالار کو یہی کہا تھا کہ جیسے تمہاری قوم شراب سے شدید محبت رکھتی ہے اسی طرح میری قوم موت کو تلاش کرتی ہے، لہٰذا تم مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے۔

انسان کا فرض یہ ہے کہ یہ چند روزہ زندگی اللہ کی اطاعت میں گذارے اور اپنے رب سے معاملہ کھرا رکھے۔

آج عصر کی نماز کے بعد روضۂ اطہر کے پاس بیٹھ گئے ادھر سے درخواستیں ادھر سے ہدایات کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک بات تاکید فرمائی کہ دنیوی اغراض جماعت سے وابستہ مت رکھیں۔ حضرت کی معیت میں جو حضرات سفر کرتے ہیں ان سے حضور نے خوشنودی کا اظہار فرمایا، زیادہ محنت کرنے والے صاحب مجاز حضرات پہ زیادہ نوازشات فرمائیں اور انعامات عطا فرمائے۔

رات عشا کے بعد حضرت نے بلایا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے رابطہ قائم ہوا۔ اس بات کی تحقیق ہوئی کہ جنت البقیع میں حضرت کی کونسی بیٹیوں کے مزارات ہیں۔ آپ نے فرمایا برزخ والوں کی نگاہیں آپ پہ لگی ہوئی ہیں۔ آپ اس عظیم جماعت کے سربراہ ہیں ہم تو دعا کرتے ہیں اللہ تعالےٰ آپ سب کو استقامت علی الدین نصیب فرمائے۔

۱۱ رجنوری:

آج تہجد میں ذکر میں بعض احباب کو منازل سلوک میں آگے چلایا گیا۔ سعید صاحب سیالکوٹ والے کو جو آج کل تبوک میں ہیں، فنا البقا کا مقام کرایا۔ محمد درویش صاحب سالک المجذوبی میں پہنچے کرنل سلطان صاحب فرانس سے واپسی پہ عمرہ کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے ان کو دربار نبویؐ میں پیش کیا گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت شفقت فرمائی۔ اور حضرت عمر فاروق رض کی جانب اشارہ فرمایا۔ آپ نے مصافحہ فرمایا کرنل صاحب کی پیٹھ پہ شفقت سے ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔

صبح کے درس میں حضرت نے درود شریف کے فضائل بیان کئے۔ فرمایا۔ اللہ کریم ہر آن ہر لحظہ حضور اکرمؐ پہ رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا ہے، اللہ کے فرشتے ہمہ وقت طلب رحمت کرتے ہیں۔

اے اہل ایمان! تم بھی حضور اکرمؐ پہ کثرت سے صلوٰۃ وسلام بھیجا کرو۔ اس لئے نہیں کہ تمہارے ذکر نے سے نزول رحمت میں کمی ہوگی بلکہ اس لئے کہ تم بھی اس میں حصہ دار بن جاؤ گے، درود شریف بہترین وہ ہے جس کے الفاظ خود حضور اکرمؐ کی زبان مبارک سے نکلے ہوں حضور اکرمؐ کا فرمان ہے جو بھی سلام بھیجتا ہے میں اس کا جواب دیتا ہوں کیا صرف یہی ایک فضیلت کافی نہیں کہ حضور اکرمؐ سے رابطہ قائم رہے۔

آج انفرادی طور پہ حضرت نے تمام سالکوں کو دربار نبوی میں پیش کیا تمام سالکوں کو بے شمار

انعامات ملے۔ یہ حضرت شیخ ہی کا فیض ہے سے

کہاں میں اور کہاں یہ نگہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی

عشاء کے بعد واپسی کی تیاری شروع ہوئی اور احباب نے سامان سمیٹنا شروع کیا۔

۱۲ر جنوری:۔

آج تہجد کے بعد معمول میں امیر جماعت مدینہ طیبہ جناب رحمت اللہ صاحب کو سالک المجذوبی کے مقام تک ترقی دی گئی خادم حرم افضل یعقوب صاحب کی روحانی بیعت ہوئی۔

نماز فجر کے بعد ائیر پورٹ پر آئے، کوئی دس بجے کے قریب جہاز نے پرواز شروع کی اور ساتھیوں نے باچشم پرنم اس دعا کے ساتھ شہر خوباں کو الوداع کہا

ع خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

جدہ پہنچے دوپہر کا کھانا کرنل قیوم صاحب کے ہاں کھایا۔ مغرب کے بعد مکہ مکرمہ روانہ ہوئے ناہد صاحب کی گاڑی میں حضرت شیخ اور یہ کرنل صاحب بیٹھے باقی احباب میاں سجاد صاحب کی گاڑی میں سوار ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے بعد نماز عشاء عمرہ کیا۔

یہ عمرہ اپنی نوعیت کا عجیب عمرہ تھا۔ حضرت شیخ مکرم اور باقی سلسلوں کے مشائخ روحانی طور پر ہمراہ تھے۔

طواف میں سعی میں اجتماعی دعائیں ہوتی رہیں فارغ ہو کر مکان میں پہنچے سے

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی
مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

پروگرام محفلِ ذکر (ملتان)

۱۔ ہفتہ وار: ہر سوموار اور جمعرات بعد نماز مغرب
مسجد حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی محلہ کہنہ ملتان شہر

۲۔ ماہانہ: ہر ماہ کا پہلا جمعۃ المبارک۔ بعد نماز جمعۃ المبارک۔ مسجد حضرت مولانا عبدالستار تونسوی صاحب دامت برکاتہم نواں شہر ملتان شہر

رابطہ کے لئے فون ملتان ۔۔۔ ۳۳۳۵۹

پاکیزہ عہد

ایک شخص اپنے مولیٰ سے تعلق قائم کرنے کے لیے اپنے دل کو جِلا بخشنے کے لئے اپنا تزکیہ کرنے کے لئے کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اپنے خدا سے ایک پاکیزہ اور مقدس عہد کرتا ہے جسے بیعت کہا جاتا ہے۔ بیعت کی تاریخ اور حقیقت پر شیخ العرب والعجم کی ایمان افروز تحریر۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

آج کل کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بیعت اور سلوک وطریقت شریعت کے خلاف ہے آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم نہیں دی ہے اور جو لوگ تصوف وطریقت کے ذمہ دار ہیں اُن کے افعال واطوار حرکات وسکنات شریعت کے خلاف پائے جاتے ہیں اس لئے شبہ ہوتا ہے کہ یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے۔

بیعت:۔ نام ہے اُس کا کہ شریعت کی کسی بات کے لئے عہد لیا جائے کہ وہ اس امر کو اللہ کے حکم سے انجام دیا کریں گے یا کسی خاص دینی مسئلہ کا عہد لیا جائے کہ وہ اس پر عمل کریں گے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع میں ایسا کیا ہے چنانچہ حدیبیہ کی لڑائی کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا کہ اگر دشمنوں سے مقابلہ کی نوبت آئی تو وہ بھاگیں گے نہیں بلکہ جب تک زندہ رہیں گے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور موت آجائے تو اس کو اختیار کریں گے۔ اور اسلام کی سربلندی کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ سورہ فتح میں فرمایا ہے۔

"اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوگیا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پس اللہ کو معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو فتح قریب عطا فرمائی"۔

اسی طرح سورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے بیعت لینے کے متعلق ذکر کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"اے نبی جب عورتیں تمہارے پاس آئیں اور عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور چوری نہ کریں اور زنا نہ کریں گی اور اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گی"

زمانہ جاہلیت میں عادت تھی کہ اپنے بچوں کو مرد عورت (ماں باپ) فقر و فاقہ کی وجہ سے قتل کر ڈالتے تھے، فرمایا گیا ہے

"فاقہ کے خوف سے اپنے بچوں کو مت مار ڈالو"

اسی طرح اور برائیوں میں مبتلا تھے عہد لیا گیا کہ ان سب سے علیحدہ ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کریں گی۔ ان آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ ان عورتوں سے بیعت اللہ لیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے پس معلوم ہوا کہ بیعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ان بارہ صحابہ کرام میں سے ہیں جو بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کا داعی اور مبلغ (نقیب) بنا کر بھیجا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ آپ جنگ بدر میں شریک تھے جن کی مغفرت کا دنیا ہی میں اعلان ہو چکا تھا۔ یہی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ صحابہ کی ایک جماعت آپ کے گرد حاضر تھی۔ آپ نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"مجھ سے بیعت کرو اس پر کہ اللہ کا کسی کو شریک نہیں گردانو گے۔ چوری اور زنا کا ارتکاب نہ کرو گے اور اپنی اولاد (لڑکیوں کو) قتل نہ کرو گے اور بہتان نہ باندھو گے اور کسی بھی اچھے کام میں نافرمانی اور حکم عدولی نہ کرو گے پس جو شخص اس عہد کو پورا کرے اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور جو شخص ان میں سے کسی جرم کا مرتکب ہو جائے پس اگر دنیا میں اس کو اس کی سزا مل گئی تو وہ کفارہ ہو سکتی ہے اور اگر دنیا میں اللہ نے اس پر پردہ پوشی کر لی تو پھر اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے معاف کرے اور چاہے سزا دے (راوی کہتے ہیں کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد ختم کر چکے تو ہم نے آپ سے ان باتوں پر بیعت کی۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف لوگوں سے مختلف چیزوں پر بیعت لی ہے۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی اس بات پر کہ ہم ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے اور حفاظت کریں گے اور جن چیزوں سے منع کیا ہے اس سے بچیں گے۔

حضرت سلمہ بن اکوع سے پوچھا گیا کہ حدیبیہ میں کس چیز پر

بیعت کی تھی تو کہا موت پر، یعنی اس پر کہ مر جائیں گے لیکن بھاگیں گے نہیں کبھی بعض خاص باتوں پر بیعت کی کبھی پوری شریعت پر کسی سے اس پر بیعت کی کہ کسی سے کوئی چیز مانگیں گے نہیں، اس کا اثر یہ تھا کہ صحابہ کرام میں کسی کا کوڑا گر جاتا تھا، وہ گھوڑے پر سوار ہوئے تو خود ہی گھوڑے سے اتر کر اٹھاتے تھے۔ یعنی کسی کو اٹھانے کے لئے نہیں کہتے تھے کہ کہیں یہ بھی سوال میں شمار نہ ہو۔ مختلف جگہوں میں مختلف طریقہ سے قرآن اور حدیث میں ذکر آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی، کبھی کچھ چیزوں کے لئے کبھی پوری شریعت کے لئے،

بیعت کوئی نئی چیز نہیں ہے، قرآن واحادیث میں بہت سے واقعات ذکر کئے گئے ہیں جن سے بیعت کا ثبوت ملتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے یہ سلسلہ اب تک چلا آ رہا ہے۔ بیعت اس بات پر ہوتی ہے کہ شریعت کے حکموں کی تعمیل کریں گے اللہ کا ذکر کریں گے اور شریعت پر چلیں گے اسی کو بیعت کہتے ہیں کہ طریقے ہر زمانے میں جاری رہے ہیں اور اللہ کے خاص خاص بندوں نے مسلمانوں سے اس سلسلہ میں عہد لئے ہیں۔

بیعت کا ہر شخص کو حق نہیں۔ بیعت لینے کا حق صرف اسی کو ہے جو فسق و فجور سے بچتا رہا ہو اور کسی پیر کے پاس رہ کر کتاب و سنت کی روشنی میں تزکیۂ قلب حاصل کر چکا ہو اور اپنے مرشد سے نسبت باطنی حاصل کی ہو ایسے ہی لوگوں کے ہاتھ پر زمانہ سابق میں بیعت کی جاتی تھی تمام صحابہ کرام میں یہ اوصاف پائے جاتے تھے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خصوصاً یہ سلسلہ زیادہ چلا ہے۔

حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء رحمہم اللہ یا کوئی اور بزرگ لوگوں سے جو بیعت لیتے ہیں تو ایسے حضرات کو پیر کہتے ہیں۔ پیر کے معنی بڈھا کے ہیں اور عربی میں اسے شیخ کہتے ہیں۔

چونکہ عموماً وہ شخص جو زیادہ دنوں تک اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں وقت گزارتا ہے اور تجربہ حاصل کرتا ہے اور پھر اشاعت و تبلیغ کا کام کرتا ہے بوڑھا ہوتا ہے اسی لئے اس کو پیر کہا جاتا ہے۔ پیر کسی شخص کا نام نہیں ہے کسی مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ جو شریعت کا پابند اور عرصۂ دراز تک ریاضت کئے ہوئے ہو اور اللہ کی کثرت سے اطاعت کرتا ہو اور دنیا کا حریص نہ ہو اس قدر عبادت کی ہو کہ اُس سے نسبت پیدا ہو گئی ہو وہی پیر ہوتا ہے مگر عرصۂ دراز گذر جانے کے بعد جس طرح ہر جماعت میں کھرے کھوٹے ہوتے ہیں اس طرح طریقت کے اندر بھی کھرے کھوٹے پیدا ہو گئے،

جو شخص شریعت پر نہ چلتا ہو اور نہ سنت کا تابعدار ہو وہ شخص بیعت لینے کا مستحق نہیں ہے حکم ہوا ہے

" اے ایمان والو تقویٰ کرو اللہ سے اور سچوں کے ساتھ رہو۔

پیر وہ ہوتا ہے جو ہر طرح سچا ہو، جس کے اندر فریب نہ ہو، پیر اُس شخص کو بنایا جاتا ہے جو سچا ہو اللہ کے

ساتھ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
" اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو امید ہے تم کامیاب ہو جاؤ گے۔"
ایمان کا درجہ اوّل ہے اور ثانوی درجہ تقویٰ کا ہے اور تیسرا درجہ **وابتغوا الیہ وسیلۃ** کا ہے۔ محققین کی رائے ہے کہ **وابتغوا الیہ وسیلۃ** سے مراد مرشد تلاش کرنا ہے، چوتھا حکم ہے" اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو۔ سب سے پہلا جہاد یہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف جہاد کرو۔

طریقت و تصوف نئی چیز نہیں ہے بلکہ پرانی ہے عرصہ سے چلی آتی ہے صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجمع میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا ہم میں سے کوئی اس کو پہنچانتا نہیں تھا اس کے کپڑے نہایت سفید تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گھٹنے سے گھٹنے ملا کر بیٹھ گئے ہم نے تعجب کیا وہ باہر سے آئے ہوئے معلوم نہیں ہوتے تھے کیونکہ ایسے آدمی کو جو سفر کر کے آیا ہو کپڑے بہت میلے اور گندے ہوتے ہیں۔
" اس نے سوال کیا ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولوں پر اور فرشتوں پر اور قیامت پر اور اچھی اور بری تقدیر پر۔"
اس کے بعد سوال کیا اسلام کیا چیز ہے؟ فرمایا
" تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ ایک ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور روزہ رکھو، زکوٰۃ دو اور استطاعت ہو تو حج کرو۔"
اس کے بعد سوال کیا کہ احسان کیا چیز ہے۔ فرمایا تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اُسے دیکھتے ہو اور اگر تم اس کو نہ دیکھتے ہو تو وہ تم کو بہر حال دیکھ رہا ہے۔
احسان کا ذکر قرآن مجید میں متعدد جگہ کیا گیا ہے، آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ احسان نام ہے اس چیز کا کہ خدا کی عبادت مکمل خضوع اور خشوع کے ساتھ انجام دو اور اس طرح عبادت کرو جس سے ظاہر ہو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو جیسے غلام آقا کو دیکھتا ہے تو نہایت توجہ سے کام کرتا ہے کوتاہی نہیں کرتا۔ ہر عبادت کی تکمیل اس طرح کرو جیسے تم اپنے آقا و مالک کے دیکھنے کے وقت کرتے ہو۔
اور اگر تم کہو کہ ہم تو اللہ کو نہیں دیکھ سکتے تو یہ خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ غلام کام کی تکمیل اس واسطے کرتا ہے کہ آقا اس کو ہر وقت دیکھتا رہتا ہے۔
اسی احسان کے حاصل کرنے پر تمام تر تصوف کا

مدار ہے ،

آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایمان کے ساتھ حاضر ہوتے ہی احسان حاصل ہو جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت اتنی قوی تھی کہ جو حاضر ہوتا تھا اُس کے قلب پر ایسا اثر پڑتا تھا کہ تمام چیزوں کو بھول جاتا تھا ۔ اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔

حضرت حنظلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کئی روز حاضر نہ ہوئے ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ اپنے آدمیوں کو یاد کرتے تھے۔ جب وہ ایک دو وقت نہیں آئے تو فرمایا حنظلہ کیوں نہیں آئے، لوگوں کو کچھ معلوم نہ تھا ، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں ابھی پوچھ کر آتا ہوں اور خبر لاتا ہوں چنانچہ وہ اُن کے گھر گئے گھر والوں سے پوچھا کہ حنظلہ کہاں گئے بیوی نے کہا میں سر جھکائے گوشہ میں بیٹھے ہیں ، حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں اندر جا کر دیکھوں اندر گئے دیکھا بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں ، پوچھا کیوں نہیں آئے ، حضرت حنظلہ نے کہا میں منافق ہو گیا ہوں ، حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیسے ؟ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتا ہوں تو دنیا کی ساری باتیں فراموش ہو جاتی ہیں اور خدا سے تعلق رہتا ہے اور جب گھر آتا ہوں بال بچوں میں لگ جاتا ہوں تو یہ حالت نہیں رہتی ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میری بھی یہی حالت ہے اور پھر یہ بھی بیٹھ کر رونے لگے اور پھر فرمایا کہ ہماری تمام مشکلات کو حل کرنے والے وہی آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ، اُن کے پاس چلو ، رونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے یہ بات اُن کی سمجھ میں آئی ۔ چنانچہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ایسی ایسی حالت ہوتی ہے آپ نے فرمایا اگر تم ہر وقت ایسے ہی رہو جیسے میرے سامنے رہتے ہو تو فرشتے تم سے مصافحہ کرنے لگیں گے مگر یہ حالت وقتاً فوقتاً ہی ہو سکتی ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایسی ہے جیسے آفتاب اور صحابہؓ کے پاک اور صاف دل گویا آئینہ تھے ۔ جب بھی آفتاب نبوت کے سامنے پہنچتے تھے اور حالت ہو جاتی تھی اور جب الگ ہوتے تو اس میں فرق آجاتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چار کام سپرد کئے گئے تھے۔

۱ ۔ قرآن کریم کی آیتیں سناتے تھے ۔
۲ ۔ اللہ تعالیٰ کا کلام سکھاتے تھے۔
۳ ۔ حکمت کی باتیں بتلاتے تھے ۔
۴ ۔ اور چوتھا کام یہ کہ دلوں کے میل کچیل دور کرتے تھے اور ان کو پاک و صاف کرتے تھے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی طاقت سے اہل ایمان کے دلوں کے میل کچیل دور ہو جاتے تھے ۔ غیر اللہ کی محبت اور ہر قسم کی برائی دور ہو جاتی تھی ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر یہ تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوتے تھے تو ہر چیز روشن

معلوم ہوتی رہی۔ وفات کے بعد جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر مٹی ڈالی تو وہ روشنی جاتی رہی اور کہتے ہیں کہ ابھی ہم نے ہاتھوں سے مٹی نہیں جھاڑی تھی کہ خود ہمیں اپنے دل اوپرے سے معلوم ہونے لگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت کے آفتاب تھے صحابہ کرام نے ان سے روشنی حاصل کی اسی بناء پر اہل سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو شخص اسلام کے ساتھ چند منٹ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رہا ہو وہ بعد کے آنے والے بڑے سے بڑے متقی اور ولی سے بھی افضل واعلیٰ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی طاقت بجلی سے بھی زیادہ طاقتور تھی دل ودماغ روشن کرنے والی، اس لئے ریاضت کی زیادہ حاجت نہ ہوتی تھی ضرورت اس بات کی تھی کہ اخلاص کے ساتھ مجلس میں حاضری ہو جائے۔

مگر جیسا کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آپ کی جدائی کے بعد وہ روشنی نہیں رہی، اسی طرح صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے جتنا زمانہ دور ہوتا گیا روحانی اور قلبی صفائی میں کمی ہوتی گئی جس طرح صاف برتن کے صاف کرنے سے میل جلد دور ہو جاتا ہے۔ عہد صحابہ کے صاف قلوب کو صاف کرنے کے لئے کسی خاص ریاضت کی ضرورت نہیں تھی مگر جیسے جیسے میل بڑھتا اور جمتا گیا، ریاضت کی ضرورت زیادہ ہوتی گئی۔

احسان کوئی نئی چیز نہیں، دل کی ہی صفائی حاصل کرنے کا نام احسان ہے اور یہی تصوف کا مقصد ہے تصوف کا مقصد کوئی نئی چیز نہیں ہے حدیث جبرئیل میں جو چیز مذکور ہے وہی سچ ہے۔ مگر زمانہ کے بعد کی وجہ سے طبیعتوں میں میل زیادہ ہو گیا جس کی وجہ سے مانجھنے کی ضرورت زیادہ ہو گئی۔

لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جو اصول تصوف میں

ذکر کئے گئے ہیں یعنی تسبیحیں، ذکر جہری، پاس انفاس، مراقبہ وغیرہ اس کا کسی حدیث میں ذکر نہیں ہے، ان کا یہ اعتراض غلط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جہاد کے کے تلوار، تیر وکمان نیزہ وغیرہ کا تذکرہ آتا ہے اور بندوق مشین گن، گولہ بارود اور ہوائی جہاز کا کوئی تذکرہ نہیں آتا ہے آج اگر مسلمانوں کو شرعی جہاد کی ضرورت پڑے تو آپ یہ کہیں گے کہ جنگ تلوار سے کرنی چاہیئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ فقط تلوار، نیزہ، تیر کمان سے کرتے تھے، ہرگز آپ ایسا نہیں کرسکتے اور اگر آج ایسا کریں گے تو دشمن آپ کو دور ہی سے فنا کردیں گے۔ مشین گن اور توپوں وغیرہ سے دشمن حملہ کرے تو ہم کو بھی وہی چیز اختیار کرنی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا ہے" جو تم سے قوۃ ہو سکے دشمنوں کے مقابلہ کے واسطے تیار کرو"۔

مقصود جہاد سے اعلاء کلمۃ اللہ ہے جس چیز سے بھی ہو اور جس چیز کی ضرورت پڑے اس کو استعمال کرو جس سے دشمن کو شکست دے سکو اس کو مہیا کرو اور مقابلہ کرو اسی طرح جس زمانہ میں آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے تو اس زمانہ میں تھوڑی ریاضت کی ضرورت پڑتی تھی اور اسی سے کام ہو جاتا تھا اور جتنے دن زیادہ گذرتے

گئے ریاضتوں کی ضرورت زیادہ ہوتی گئی اسی وجہ سے چلّہ ۔ پارہ ۔ تسبیح ذکر جہری اور پاس انفاس وغیرہ قلب کی صفائی کے لئے متعین کئے گئے ۔

آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن شریف میں زیر وزبر نہیں تھے ۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں کتابی شکل میں جمع کرایا حضرت عثمانؓ نے ترتیب دیا ۔ مگر زیر وزبر تب بھی نہیں لگائے گئے ۔ صحابہ کرام کی زبان عربی تھی وہ بغیر زیر وزبر کے پڑھتے تھے جیسے کہ ہم اردو زبان والے اردو کے صفحے کے صفحے پڑھتے چلے جاتے ہیں آج کوئی بنگالی، برمی یا انڈونیشیا والے سے کہا جائے کہ اردو کی صحیح عبارت پڑھو تو وہ نہیں پڑھ سکتا ہے جس طرح ہم زیر وزبر کے نہ ہوتے ہوئے صحیح پڑھتے ہیں اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن جس میں نہ زیر نہ زبر نہ نقطہ کچھ بھی نہیں تھا صحابہ کرام صحیح پڑھتے تھے مگر تھوڑے ہی زمانے بعد اس کی ضرورت محسوس ہوئی عجمیوں کے خلط ملط کی وجہ سے لوگ زیر وزبر کے محتاج ہو گئے پس یہ اعتراض کہ قرآن میں زیر زبر نہیں لگانا چاہیئے کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں پائے گئے تو کیا یہ اعتراض کوئی وزن رکھتا ہے بیشک اس زمانہ میں لوگ بغیر زیر وزبر کے تلاوت کر لیتے تھے مگر آج مکہ اور مدینہ والے جن کی زبان عربی ہے وہ بھی بغیر زیر وزبر و نقطے کے نہیں پڑھ سکتے جس طرح ہم محتاج ہیں صرف و نحو کے اسی طرح عرب والے بھی محتاج ہیں اور وہ بھی بغیر زیر وزبر اور نقطہ کے نہیں پڑھ سکتے ہیں، تو زمانہ کے بدلنے کی وجہ سے احوال بدلتے رہتے ہیں لیکن وہ احوال جو مقصود کو بدلنے والے نہ ہوں ان کو سنت ہی کہا جائے گا۔ مثلاً کسی شخص نے روٹی پکانے والے کو متعین کیا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ لکڑی، چولہا، توا سب چیزیں مہیا کریں لکڑی نہ ملے کوئلہ نہ تو اوپلہ بھی استعمال کیا جائے گا۔ غرض جس چیز پر روٹی پکانا موقوف ہو اسی کو طلب کیا جائے گا۔

مختصر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں احسان حاصل کرنے کے لئے ریاضت کی ضرورت نہیں تھی مگر آج ہمارے مرشدوں نے بتلایا کہ اس طرح سے ذکر کرو اگر کوئی کہے کہ یہ بدعت ہے تو سراسر غلطی ہے۔

خدا نے کئی جگہ ذکر کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ہے

"کھڑے اور بیٹھے اللہ کا ذکر کرتے رہو"

اسی طرح لفظ اللہ، سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ ضرب کے ساتھ ہو یا بلا ضرب۔ ارشاد خداوندی کے تحت میں سب داخل ہے۔

دوسرے موقع پر قرآن شریف میں ہے۔ " اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو"

" اگر تم مجھے یاد کرو گے میں تم کو یاد کروں گا"

کوئی قید نہیں کہ کس طرح سے ذکر کیا جائے مطلقاً ذکر کا حکم ہے۔ ہمارے بڑے تجربہ کار لوگوں نے کہا ہے کہ ذکر سرّی سانس کے ساتھ اور ذکر خفی روح کے ساتھ کرو۔ بہر حال ذکر کوئی بدعت نہیں ہے جیسے حکم دیا تھا جہاد کرنے کا کہ دشمن کی طاقت کو کمزور کرنے کے لئے جہاد کرو چاہے

تیر سے چاہے تلوار سے چاہے توپ یا مشین گنوں سے جس طرح تم انجام دے سکو اور دشمن کو شکست دے سکو۔

جیسے قرآن کی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے تو زیر و زبر لگانا اور عکسی قرآن چھاپنا سب اسی کے حکم میں ہے تم کو حج کا حکم دیا گیا ہے تو پہلے اونٹوں سے سفر کرتے تھے تو اس کو ضرورت ہوتی تھی اور آج جہازوں اور لاریوں پر سفر کرنا پڑتا ہے اگر کوئی بیوقوف کہے کہ یہ بدعت ہے میں تو ہندوستان سے اونٹ پر سفر کروں گا۔ تو کیا آپ کر سکتے ہیں اسی طرح سے جدہ پہنچنے کے بعد لاریوں سے سفر ہوتا ہے تو مقصود بیت اللہ کی حاضری ہے جس طرح سے ہو اس کو انجام دیا جائے مقصد میں کوئی فرق نہیں آیا زمانہ کی ضرورت کی حیثیت سے فرق پڑ گیا ہے۔

آج یہ کہنا کہ تصوف اور سلوک میں جو باتیں ہیں بدعت ہیں یہ غلط ہے۔ وہ ماموریہ ہیں ان پر عمل کرنا ہوگا کیونکہ اصل مقصد تصوف میں احسان ہے اس کے حاصل کرنے کے جو طریقے خلاف شریعت نہیں ہیں وہ سب ضروری ہیں البتہ اگر کوئی شخص کہے کہ مجھ کو خدا تک پہنچنے کے لئے قوال ڈھول اور گانے والے کی ضرورت ہے تو یہ خلاف شریعت ہے۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ان چیزوں کی ممانعت کی ہے تو جن چیزوں سے ممانعت کی گئی وہ سنت میں داخل نہیں ہیں۔

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ بیعت کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے یہ شبہ غلط ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی اور قرآن و حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔

حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا تھا وہ اپنی کتاب صراط مستقیم میں بیعت کے فائدے بتلاتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی برگزیدہ بندے کے ہاتھ پہ بیعت کرتا ہے تو اس کی قبولیت کی وجہ سے خدا کی رحمت اس کی کفالت کرتی ہے اور اس کے دو طریقے ہوتے ہیں ایک طریقہ سے اس کی عصمت کی حفاظت کی جاتی ہے اگر اس کا مرشد بڑی عزت والا ہے تو اس کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تیرا فلاں مرید فلاں خرابی میں مبتلا ہو رہا ہے اس کو نکالا جائے تو مرشد اس کو مناسب تدبیر سے اس خرابی سے نکالتا ہے، کبھی خود خداوند کریم ہی اس مرید کو خرابی سے اس کی حفاظت کی جاتی ہے مثلاً مرشد کی صورت میں آ کر فرشتہ اسے بچاتا ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ زلیخا کے ساتھ مشہور ہے کہ اس نے سات کوٹھڑیوں میں بند کر کے وصال چاہا اور ان پر جبر کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا معاذ اللہ میں اپنے مالک کی نافرمانی کروں؛ اس کی بیوی پر ہاتھ ڈالوں اس نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے ہیں، میں ظالم نہیں ہو سکتا ہوں اس نے بہت مجبور کیا، پھسلایا اور پیچھا کیا اور قریب تھا کہ برائی میں مبتلا ہو جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حفاظت کے واسطے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو مقرر کیا وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت میں آئے وہ سامنے کھڑے ہو کر انگلی منہ میں

وہائے ہوئے تھے اور اشارے سے کہہ رہے تھے کہ خبردار اس میں مبتلا نہ ہونا حالانکہ حضرت یعقوبؑ کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی اور اللہ نے ان کو بچالیا

حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کامل کے ہاتھ پہ بیعت کرنے والا کسی گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ کی طرف سے کسی روحانی ذریعہ سے اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ بیعت کے بہت زیادہ فوائد ہیں۔ قرآن شریف میں ہے "سچے لوگوں کے ساتھی ہوجاؤ" آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی کسی پارٹی میں داخل ہوتا ہے تو اس پارٹی کے تمام بڑوں سے اس کے تعلقات ہوجاتے ہیں اور وہ بڑے لوگ اس کا خیال رکھتے ہیں تو آخرت والے جو خدا کے سچے بندے ہیں تو ان میں یہ بات کیونکر نہ ہوگی۔ ان میں تعلقات کی بات بہت اونچی ہوتی ہے۔ اگر تم اللہ کے کسی مقبول بندے کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تو جماعت کے تمام بڑوں سے خواہ دنیا میں ہوں یا آخرت میں سب سے تعلق ہوجاتا ہے اور وہ لوگ دعا کرتے ہیں، اپنی ہمت سے خبر گیری کرتے ہیں۔

نہ بیعت بدعت ہے نہ طریقت بدعت ہے اور نہ طریقت شریعت سے جدا ہے۔ طریقت شریعت کی خادم اور اس کی تکمیل کرنے والی ہے۔ بڑے بڑے لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں نے وہ طریقے جاری کئے جن سے اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو۔ ان طریقوں میں کوئی ذرہ برابر شریعت کے خلاف نہیں ہے ان طریقوں سے مقصود قرب اور آخرت کا حاصل کرنا ہے۔

مگر جیسے ہر جماعت میں کھرے کھوٹے ہوتے ہیں اس طرح سے اس جماعت میں بھی کچھ ایسے لوگ داخل ہوگئے ہیں جن کی وجہ سے خرابی پیدا ہورہی ہے، دین کو جال بنا کر دنیا حاصل کرنے والے ہر جماعت میں اور ہر زمانے میں ہوتے آئے ہیں ایک دو برائی کی وجہ سے پورے دین میں برائی نہیں ہوتی ہے۔ ہاں بیعت ہونے کے وقت مرشد کا انتخاب سوچ سمجھ کر کھرا کھوٹا دیکھ کر کرنا چاہیئے۔

بسا اوقات شیطان انسان کے بھیس میں آتا ہے تو تم کو سوچنا اور سمجھنا چاہیئے۔

جب تمہارا کچہری میں مقدمہ ہوتا ہے تو ہر وکیل کو وکیل نہیں بناتے اور جب کبھی تم بیمار ہوتے ہو تو ہر ڈاکٹر کو معالج نہیں بناتے اور ہر حکیم کے پاس جاتے ہو بلکہ سوچتے ہو کہ اچھے سے اچھا وکیل اور اچھے سے اچھا ڈاکٹر حاصل کریں جب دنیا میں یہ معاملہ ہوتا ہے تو اللہ کی رضا اور آخرت کے واسطے جو ملا اس کے ہاتھ پر کیسے بیعت کرنا چاہیئے اچھا ہو یا برا نمازی ہو یا نہ ہو، عورتوں کے ساتھ ہاتھ ملا کر بے پردگی کے ساتھ بیعت کرتا ہو۔ ہر ایک بیعت کے لئے کیسے ہو سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی بیعت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کرتے تھے اور اگر مجمع بڑا ہوتا تو کپڑا پکڑا کر بیعت لیتے تھے مگر عورتوں کی بیعت کبھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں لی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ بخاری میں یہ روایت کئی جگہ ہے کہ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے کبھی نہیں چھوا۔ بیعت کے وقت پردہ کر کے باہر سے بیعت کرتے تھے۔ (زبان سے یا کپڑے سے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر متقی پرہیزگار کوئی اور نہیں ہو سکتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی اجنبی عورت کو سامنے نہ کرتے تھے اور نہ ہاتھ سے ہاتھ ملا کر بیعت کرتے تھے مگر آج یہ گمراہ اور شیطان کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے آؤ، تم پردہ اٹھاؤ ہم تم کو محشر میں کیسے پہچانیں گے جب تک تمہارا چہرہ نہ دیکھیں گے۔ تم تو ہماری بیٹیاں ہو تم تو پوتیاں نواسیاں ہو، یہ تمام شیطانی کاروائیاں ہیں۔

جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے آقا تھے، سب عورتیں آپ کی بیٹیاں تھیں اور آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں کل مومنین کی مائیں ہیں" تو ہم آپ کی اولاد کے درجے میں ہوئے مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بے پردہ سامنے نہیں آتے تھے ہاتھ سے ہاتھ نہیں ملاتے لیکن آج ایسے غلط کار لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو پردہ ہٹواتے ہیں بدن دبواتے ہیں اور تنہائی میں جمع ہوتے ہیں، یہ سب غلط، ناجائز اور حرام ہے۔ جو یہ کرتا ہے وہ بزرگ نہیں ہے پیر نہیں ہے بلکہ گمراہ شیطان ہے اس بچنا چاہیئے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیئے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کسی مخلوق کی وجہ سے جائز نہیں ہے "

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک سریہ کا سردار بنایا اور حکم دیا کہ اس کی تابعداری کرو۔ سب راستے میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ پہنچ کر ایک شخص نے سردار سے کچھ مذاق کیا اس پر ان کو غصہ آگیا، انہوں نے حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو، پھر حکم دیا کہ ان میں آگ لگاؤ۔ پھر کہا اس میں کود و کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ تم میری تابعداری کرنا۔ بعض لوگوں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور انہوں نے کودنے کا ارادہ کیا اور بعض لوگوں نے کہا، ہم نے آگ ہی سے بچنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی ہے ہم اپنے آپ کو آگ کے حوالے کیسے کر سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ کودنے سے جھجکے اور دوسروں کو بھی منع کیا اس سلسلہ میں اختلاف ہوتا رہا تا آنکہ آگ بجھ گئی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا اور سردار کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ جب واپس ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس معاملہ کا ذکر کیا تو آپ بہت خفا ہوئے۔ آپ نے دونوں کو ڈانٹا، سردار کو بھی جنہوں نے کودنے کا ارادہ کیا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ خلاف شریعت کسی کی تابعداری جائز نہیں اگر کوئی مرشد کہے جت

کو سجدہ کرو تو ہرگز اس کی تابعداری نہیں کرنی چاہیئے مرشد کو ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے اگر وہ کرتا ہے تو پیر نہیں شیطان ہے۔

بہر حال بیعت کرنا امر شرعی ہے اور سلوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں ہے آپ سے محبت کرنا آپ کی حکم کی ہوئی باتوں پہ چلنا اسی میں نجات ہے اسی میں کمال اطاعت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میں اس کے باپ اولاد تمام لوگوں سے اس کے نزدیک زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیئے تمام خاندان تمام دنیا سے بڑھی ہوئی ہونی ضروری ہے۔ آج ہم اپنی بے وقوفیوں کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعوٰی تو کرتے ہیں مگر آپ کے طریقے کو چھوڑتے ہیں آپ کی صورت سے نفرت کرتے ہیں آپ کے دشمن کی صورت بناتے ہیں اور ان کے فیشن کو اپنا فیشن سمجھتے ہیں داڑھیاں کترواتے ہیں، انگریزی بال رکھتے ہیں اور اس جیسے کام کرتے ہیں، یہ انتہائی غلطی ہے اور اس کی وجہ سے خدا کا غضب ہوتا ہے اور خدا کی رحمت دور ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

(کہہ دو کہ اگر خدا کی خوشنودی اور رضا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو۔ ان سے محبت رکھو)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے۔

"مشرکین کی صورت و سیرت کے خلاف داڑھیاں بڑھاؤ مونچھیں کترواؤ"

آج ہماری یہ حالت ہو گئی ہے کہ خدا کے دشمنوں کی صورتیں اختیار کئے ہوئے ہیں، اس سے بچنا چاہیئے کہ کہیں خدا کا غضب نازل نہ ہو جائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت اختیار کرنا چاہیئے اور ہمیشہ خدا کا ذکر کرنا چاہیئے۔ اس کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیئے۔

اس عمر عزیز کو غنیمت سمجھئے جو ہمیں ملی ہوئی ہے۔ اور ہر وقت خدا کا ذکر کرتے رہیئے جہاں تک ممکن ہو سکے غافل نہ ہونا چاہیئے یہ وقت بڑی نعمت ہے اور قلب کی صفائی کرنی چاہیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"ہر چیز کے مانجھنے اور چمکانے کی چیزیں ہوتی ہیں جن سے ان کو مانجھا جاتا ہے اور صاف کیا جاتا ہے قلب کی صفائی اور اس کو مانجھنے کے لئے اللہ کا ذکر ہے"۔

پھر فرمایا۔

"کوئی چیز خدا کے عذاب سے اس قدر بچانے والی نہیں ہے جس قدر خدا کا ذکر بچاتا ہے"

اللہ تعالیٰ کے غصہ اور اس کے عذاب سے بچنے کی

بہترین صورت اللہ کا ذکر ہے۔ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں ذکر اللہ کی فضیلت بیان فرما رہے تھے کہ قلوب کی اصلاح کرنی چاہیئے اور یہ ذکر اللہ ہی سے ہو سکتی ہے ایک صاحب نے اس مجلس میں دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ افضل ہے ایک شخص اللہ کی راہ میں سر کٹوا آتا ہے وہ افضل ہے یا خدا کا ذکر کرنے والا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں نکلا اور سر سے پیر تک لہولہان اور قتل ہو گیا وہ شخص بھی اس قدر خدا کی خوشنودی حاصل کرنے والا نہیں جس قدر خدا کا ذکر کرنے والا کیونکہ اگر جہاد کرنے والا ذکر اللہ نہیں کرتا تو وہ مقبول نہیں، جہاد میں بھی خدا کے ذکر کا حکم ہے۔

"جب تمہاری مڈبھیڑ دشمن سے ہو تو جم
جاؤ اور خدا کا ذکر کرو"

پس خدا کی یاد جہاد کی جڑ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم کیا گیا تھا۔

"نماز کو میری یاد کے لئے قائم کرو"

بڑا مقصود اللہ کا ذکر ہے اس کی بڑی وقعت و فضیلت ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ذکر کرنے والوں اور نہ ذکر کرنے والوں کی
مثال ایسی ہے جیسے زندہ اور مردہ ذکر
کرنے والا زندہ ہے اور نہ ذکر کرنے والا
مردہ۔ خواہ تم زندہ سمجھو۔

ذکر اللہ کی بڑی وقعت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید کی ہے جو لمحہ بھی ذکر اللہ میں گذرتا ہے **بڑا قیمتی ہے** چاہے وہ زبان سے ہو یا دل سے یا روح سے ہو یا سانس سے ہو کسی قسم سے بھی ہو، اللہ کا ذکر باعث نزول رحمت ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جو شخص مجھے اپنے دل میں تنہائی میں
یاد کرتا ہے میں اس کو دل میں یاد کرتا ہوں
اور جو شخص میرا ذکر کسی مجمع میں کرتا ہے
تو میں اس سے اچھے مجمع میں یاد کرتا ہوں
جب میرا بندہ ذکر کرتا ہے تو میں اس کے
ساتھ ساتھ ہوتا ہوں توجہ رکھتا ہوں
اور جو میری قربت چاہتا ہے تو میں اس
سے قریب ہوتا ہوں۔ جو شخص میری طرف
ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف
ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو ایک ہاتھ بڑھتا
ہے تو میں ایک گز بڑھتا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ذکر کرنے والوں پر بہت زیادہ ہوتی ہیں۔

"اس فرصت کو غنیمت سمجھو اور خدا کا ذکر ہر وقت کرتے رہا کرو، دن رات اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے کسی وقت غافل نہ رہو، ذکر کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے اور نماز سے روکا گیا ہے جیسے طلوع غروب اور استواء

کا وقت، اسی طرح بلا وضو نماز نہیں پڑھی جا سکتی، مگر خدا کے ذکر کے لئے کوئی وقت معین نہیں ہے اور نہ کسی حالت میں بند کیا گیا ہے، وضو کے ساتھ ہو یا بلا وضو، ہر حالت میں خدا کا ذکر کرنا جائز ہے۔ اگر غسل واجب ہو تو ذکر اس وقت بھی ممنوع نہیں اٹھتے بیٹھتے ہر وقت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے۔ صحابہ کرام تجارت بھی کرتے تھے اور زراعت بھی مگر کبھی خدا کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

" وہ تجارت بھی کرتے ہیں خرید و
فروخت بھی کرتے ہیں مگر یہ چیزیں
ان کو خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی
ہیں "

یہی چیز ہم کو بھی کرنا چاہیے ہر کام انجام دیجئے مگر ذکر ہوتا رہے یہاں تک کہ عادت پڑ جائے اگر عادت پڑ گئی تو جاگتے سوتے، بیماری کی حالت میں اور بیہوشی کی حالت میں بھی ذکر ہوتا رہے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو سب سے زیادہ نفع دینے والی چیز بتلا دیجئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر اللہ کی عادت ڈالو تاکہ مرتے وقت بھی خدا کا ذکر تمہاری زبان پر جاری رہے۔

آپ نے فرمایا۔

" وہ شخص ضرور جنت میں داخل ہوگا جس
کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہوگا "

اس کی کوشش کیجئے اور دعا کیجئے کہ خدا ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کرے اور ہم کو محشر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور ہمراہی نصیب فرمائے اے ہمارے پالنے والا خدا دین و دنیا کی حاجت پوری کر دے سچا سچا تابعدار بنا دے آمین

(بہ شکریہ اقرأ ڈائجسٹ)

وفیات

۱۔ ملک محمد قاسم ملتان کے بھائی (۲) ملک احمد بخش سیال کی زوجہ

۳۔ جناب نور محمد صاحب محب پور کے والد ماجد۔

۴۔ ادریس فیض صاحب کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ احباب سے گزارش ہے کہ سب کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

(ادارہ)

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ

عارفہ اعوان

انسانی زندگی کے اجزائے ترکیبی دو ہیں۔

نظریہ یا عقیدہ اور عمل - اور ان کا آپس میں تعلق یہ ہے کہ جیسا نظریہ ہو گا اسی کے مطابق عملی زندگی کا نقشہ بنے گا، نظریات اور عقائد دو قسم کے ہوتے ہیں - ایک وہ جو انسانی عقل، تجربہ اور مشاہدہ کی مدد سے تیار کیا جائے اس کی تیاری میں خواہ کسی ایک فرد کا دماغ کام کرے یا متعدد فلاسفر اور مفکر مل کر تیار کریں - دوسری قسم کے نظریات اور عقائد وہ ہیں جو انسان کی ذہنی کاوش کا نتیجہ نہ ہو بلکہ خالق انسان کی طرف سے کسی برگزیدہ انسان کے ذریعے جسے نبی یا رسول کہتے ہیں انسانیت کو پہنچا ہو - ان دونوں قسموں کا تقاضا اور ماحصل یہ ہے کہ جو فرد یا معاشرہ ان نظریات کے مطابق اپنی زندگی کا نقشہ تیار کرتا ہے وہ اس نظریہ کے تیار کرنے والوں کی نگاہ میں قابل تعریف معزز و مکرم شمار ہوتا ہے اور جو لوگ اس کے برعکس ہوتے ہیں وہ معیوب مبغوض اور بدترین شمار ہوتے ہیں۔

یہ اصول پوری انسانیت کے نزدیک تسلیم شدہ ہے

اسلام ایک ضابطۂ حیات ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کوئی نرا فلسفہ نہیں بلکہ یہ انسانیت کو نظریہ اور عقیدہ بھی دیتا ہے اور اس نظریہ کی بنا پہ عملی زندگی کا جو نقشہ بنتا ہے اس کے تمام خدو خال اور اس کی ساری جزئیات کی تفصیل بھی دیتا ہے، انسان کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر وہ کام، ہر وہ بات، ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے وہی اچھی، وہی عمدہ، مثالی، مفید اور وہی انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

اس اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انسان جو کام کرے جو بات کرے وہی پسندیدہ شمار ہو گی - مگر کس کے ہاں؟ اسی کے ہاں جس نے یہ اصول دیا ہے - اس کے بغیر کوئی اسے پسند کرے یا ناپسند کرے وہ قابل التفات ہی نہیں - اس الہامی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم کے اس جملہ پہ غور کیجئے۔

انّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔

ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰے کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جس میں سب سے زیادہ تقویٰ کا وصف پایا جاتا ہے اس میں سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ تقویٰ کیا چیز ہے جو انسان کو اللہ تعالٰے کے ہاں قدر و منزلت عطا کر دیتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تقویٰ کہتے ہیں بچنے اور پرہیز کرنے کو، اصطلاح میں تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ انسان ہر اس کام سے اور ہر اس بات سے بچ کے رہے جو اللہ تعالٰے کو پسند نہیں۔ ہر اس کام سے بچے جو انسان کو اللہ تعالٰے کے غضب کا مستحق بنا دیتی ہے۔ ہر اس بات سے بچے جس سے اللہ تعالٰے ناراض ہوتا ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ صلہ یا معاوضہ تو کام کرنے کا ہوتا ہے۔ یہاں قرب الٰہی جو نصیب ہو رہا ہے وہ "بچنے سے" یعنی "نہ کرنے سے" ہے۔ غور کیجیے تو انسانی شرف کا راز ہی اسی "بچنے" میں ہے۔ وہ یوں کہ بچنے کا حکم بھی دراصل کرنے کی دعوت ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ بیکار نہیں رہ سکتا اور قدرت کا قانون ہے کہ وہ کسی جگہ خلا نہیں رہنے دیتی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ انسان جب ناپسندیدہ کام سے بچے گا تو لامحالہ اسے پسندیدہ کام ہی کرنا پڑے گا عمل اور حرکت کا نام ہی تو زندگی ہے۔ دوسری بات یہ ہے عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ صرف عبادت سے قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ انسان کا مرتبہ فرشتے سے بھی بلند ہے۔ دوسری طرف یہ ایک حقیقت ہے کہ فرشتہ کی پوری زندگی عبادت کے بغیر کچھ نہیں اور وہ نافرمانی کر ہی نہیں سکتا پھر انسان اس سے کیسے بڑھ سکتا ہے؟ سو یہ "بچنے" کا کام ہی اس عظمت کا حامل ہے کہ انسان کو عظیم بنا دیتا ہے کیونکہ انسان کو راہِ حق سے ہٹانے والی دو طاقتیں ہر لمحہ اپنے کام میں مصروف ہیں یعنی نفس اور شیطان جو انسان ان کے چکموں میں نہیں آتا عارضی لذتوں پر نہیں مرمٹتا وہ واقعی بڑا عظیم انسان ہے۔

ایک بات قابلِ غور ہے وہ یہ کہ کیا اللہ تعالٰے کے ہاں معزز و مکرم ہونا ہی کافی ہے؟ لوگ تو انسانوں کی واہ واہ کی خاطر، انسانوں میں معزز و مکرم بننے کے لئے تن من دھن لگا دیتے ہیں۔ وہ کیوں؟ ہاں وہ اس لئے کہ ایسے لوگ تنگ نظر، کوتاہ بیں اور غلط اندیش ہوتے ہیں۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ لوگ آج جس کے لئے چلا چلا کر زندہ باد کے نعرے لگا رہے ہیں کل وہی لوگ چیخ چیخ کر اس کے لئے مردہ باد کہہ رہے ہیں۔ آج ایک شخص کو دیوتا اور اوتار سمجھ رہے ہیں۔ کل اس کی قبر کھود کر اس کی ہڈیاں جلا رہے ہیں اس لئے لوگوں کی واہ واہ کی خاطر جان کھپانے والے دراصل ذہنی طور پر نابالغ ہوتے ہیں خواہ وہ عمر کے اعتبار سے بوڑھے ہی کیوں نہ ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ تقویٰ کے وصف میں معراج کمال کو پہنچ کر جب اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز و مکرم ہو جاتے ہیں تو ان کی ذات سے انسانیت کو بھی کوئی فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں ؟

اس سوال کا اصولی جواب تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم ہیں تو ان کا وجود لازماً انسانیت کے لئے رحمت مجسم ہے ۔ دوسرا جواب انسانی تاریخ کے اوراق میں تلاش کیجئے ۔ مفسرین کا اس پر اجماع ہے ، قرآن کریم میں " اتقی " کا لفظ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ اللہ کے آخری نبی صلعم نے اپنی دنیوی زندگی میں اپنے مصلیٰ پر قوم کی امامت کے لئے ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کیا ۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ راست شاگردوں اور حضور اکرمؐ کے تربیت یافتہ اہل السلام نے ابوبکر صدیقؓ کو اپنا امیر اور حکمران تسلیم کیا ۔ اتقی کے اس یگانہ انتخاب نے انسانیت کو کیا دیا ؟ مانعین زکوٰۃ نے سر اٹھایا ، جھوٹے مدعیان نبوت نے اسلام اور مسلمانوں کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ، مرتدین کا فتنہ اٹھا اور اسلام اس تثلیث میں گھر گیا مگر یہ اسی " اتقیٰ " کا کرشمہ تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کو نہ صرف اس بھنور سے نکالا بلکہ غیر مسلم مؤرخین اعتراف کرتے ہیں کہ اگر ابوبکر صدیقؓ کا وجود نہ ہوتا تو ان تین شورشوں کے سیلاب میں اسلام بہہ گیا ہوتا ۔

اس کے بعد تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں نے اپنے لیڈر ، اپنے پیشوا اپنے امیر اپنے حکمران کے انتخاب میں اس اصول کو مدنظر رکھا ہمیشہ کامیاب رہے ، اور جب اس اصول کو چھوڑا نہ اپنی حفاظت کر سکے نہ اسلام کو کفر سے غلبہ سے بچا سکے ، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اپنے اس ملک میں جب اس اصول کو چھوڑ دیا تو الیکشن میں منتخب وہ لوگ بھی ہوئے جن کے نام پولیس کے ریکارڈ میں لسٹ (ب) میں درج ہیں ۔ شراب پینے کے پرمٹ ان کی جیب میں ہیں ۔ رسّہ گیروں سے ان کی گاڑھی چھنتی ہے بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ اسلام کے ازلی مخالف بھی ہیں اور قوم نے اسلام نافذ کرنے کے لئے ان کو منتخب کیا ہے کیا اسلام سے اس سے بڑا تمسخر بھی تاریخ میں کبھی ہوا ہے

ہائے ان مالیوں نے باغ اُجاڑا اپنا

" اللہ کا نام ہے کہ اللہ سے بغاوت کرکے انسان کبھی سکھی نہیں رہ سکتا ۔"

سوچ تو دل میں لقب ساقی کا ہے زیبا تجھے
انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا تیرا

دیکھتا چلا گیا

سیلانی کے قلم سے

ملک میں نفاذِ اسلام کی رفتار:

روزنامہ جنگ یکم مارچ ۱۹۸۶ء وفاقی وزیر تجارت نے فرمایا۔ ملک میں تیار ہونے والی شراب کے سالانہ اعداد و شمار

سال	مقدار کا بل گیلنوں میں
۱۹۸۱	۸۰۲۸۶
۱۹۸۲	۸۸۶۱۵
۱۹۸۳	۱۱۴۱۱۴
۱۹۸۴	۱۰۳۶۸۴
۱۹۸۵	۱۱۴۶۶۳

یعنی ۱۹۸۵ء میں نفاذ اسلام کی رفتار بہت تیز ہوگئی کہ ۱۹۸۱ء کے اسی ہزار کے مقابل میں آخری سال ایک لاکھ چودہ ہزار گیلن شراب ملک میں تیار ہوئی۔

سال	درآمد کی جانے والی شراب مقدار لیٹروں میں
۱۹۸۱ - ۸۲	۱۰۶۴۳
۱۹۸۲ - ۸۳	۹۴۴۹۸
۱۹۸۳ - ۸۴	۵۵۵۱۷
۱۹۸۴ - ۸۵	۷۷۲۰۰

اس مد نے مزید تصدیق کر دی کہ درآمد دس ہزار کے مقابلے میں ستتر ہزار پہنچ گئی۔

حضرت قبلہ پیر لنگاڑ صاحب کیا اب بھی فرما سکیں گے کہ صدر ضیاء صاحب نے نفاذ اسلام کے لئے ایک آنے کا کام بھی نہیں کیا۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دھوکہ دیتے ہیں یہ بازی گر کھلا

بالافیہ حافظ عبدالرزاق

افہام و تفہیم

سوال : کل ایک ایسی جگہ مجلس ذکر منعقد ہوئی جہاں ایسے حضرات کی تعداد کافی تھی جو پہلی دفعہ ذکر الہٰی کی مجلس میں شریک ہوئے - امیر صاحب نے ذکر شروع کرایا تو کئی ساتھی ہلکی آواز سے اللہ ھو کرنے لگے - امیر صاحب نے ہدایت کی زبان بند رکھیں ، بات سمجھ میں بھی آئی کہ چونکہ ذکر خفی قلبی ہے لہذا ایسا ہی ہونا چاہیئے - مگر حیرت ہوئی کہ امیر صاحب خود بار بار بلند آواز سے اللہ ھو اللہ ھو کرتے رہے - اس تضاد کو رفع فرمائیں -

' حضرت شیخ نے فرمایا '

الجواب : عزیزم ! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ذکر خفی اور قلبی ہے لہذا زبان سے کام لینے کی ضرورت نہ فائدہ ، لہذا یہ ہدایت تو درست ہے کہ زبان بند ۔ رہی یہ بات کہ امیر صاحب خود کیوں بولتے ہیں تو اصل بات یہ ہے کہ اہل ذکر کے دو درجے ہوتے ہیں ایک وہ جو بولیں یا کھانسیں تو ذکر کا سلسلہ اور ربط ٹوٹ جاتا ہے - دوسرے وہ جو زبان سے باتیں بھی کرتے رہیں تو ان سے ربط قلبی متاثر نہیں ہوتا - ہمارے حضرت استاذنا المحترم اسی دوسرے درجے پر فائز تھے - سو آپ کبھی کبھی شعر پڑھ دیا کرتے تھے - یا بلند آواز سے اللہ اللہ کرتے تھے - اس سے ذکر میں مزید گرمی پیدا ہو تی تھی - اب ساتھیوں نے سادگی سے یہ سمجھا کہ ایسا کرنا حضرت کا اتباع ہے - حالانکہ یہ حضرات اس مرتبہ پہ فائز نہیں - اس لئے میں نے صاحب مجاز حضرات کو کہہ رکھا ہے کہ پہلے اپنا لطیفہ بدل کر اس کا ربط مضبوط کر لیا کریں - پھر ساتھیوں کو لطیفہ بدلنے کے لئے کہیں - کیونکہ جب اپنا ربط منقطع ہو جائے تو آگے کیا منتقل ہوگا -

اس لئے بہتر یہ ہے کہ امیر یا صاحب مجاز حضرات اسے ذکر قلبی خفی ہی رہنے دیا کریں -

قلبی سکون

صرف اور صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے

انجمن اویسیہ

یونیورسٹی آف انجینئرنگ ٹیکسلا (راولپنڈی)

افتتاحی پروگرام کی رپورٹ

از
میاں الیاس ساجد
فائنل ایئر مکینیکل انجینئرنگ
ٹیکسلا

ویسے تو گذشتہ تین سال سے یہاں ٹیکسلا یونیورسٹی میں ذکر و فکر کی محفل منعقد ہوتی رہی ہے اور ہمارے ایک بزرگ محترم جناب حیدر زمان صاحب نے یہ پروگرام شروع کرنے کے لیے بڑی محنت کی اور بڑی مشکل سے لڑکوں کو اس طرف مائل کیا اور تین سال تک باقاعدگی سے یہاں آتے رہے اور نور معرفت کی کرنیں بکھیرتے رہے۔ گذشتہ برس اچانک ان کی ٹرانسفر کراچی ہو گئی تو یہاں کے حالات نے بھی نئی کروٹ لی۔ اللہ تعالے ان کے درجات بلند فرمائے۔ اب ہمارے ایک اور بزرگ قبلہ جناب احمد خان صاحب (امیر واہ کینٹ) نے یہ ذمہ داری خود سنبھال لی اور اب تک بڑی خوش اسلوبی سے اس فرض کو پورا کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ محترم حیدر زمان صاحب نے یہاں جو بیج بویا تھا قبلہ جناب احمد خان صاحب اس کی آبیاری کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لڑکوں کے ذوق و شوق کو دیکھ کر ہم نے یہاں ایک روحانی تنظیم "انجمن اویسیہ" کے نام سے بنانے کا فیصلہ کیا تاکہ اللہ تعالےٰ کے ذکر کی افادیت سے زیادہ سے زیادہ لڑکوں کو متعارف کرایا جا سکے۔ اس انجمن کے باقاعدہ افتتاح کے لئے ہم نے قبلہ جناب حافظ غلام قادری صاحب اور محترم جناب علی احمد صاحب کو خصوصی طور پر دعوت دی اور اس مقصد کے لئے ۱۱ فروری بعد نماز عصر کا وقت مقرر کیا گیا۔

پروگرام کچھ اس ترتیب سے دیا گیا تھا کہ نماز عصر کے فوراً بعد تلاوت کلام پاک سے اس کا آغاز ہوگا اور پھر نعت رسول مقبول ﷺ بھی پیش کی جائے گی۔ اس کے بعد انجمن اویسیہ کا مختصر تعارف ہوگا اور مہمانِ خصوصی انجمن کے عہدیداروں کا اعلان فرمائیں گے۔ بدقسمتی سے اس دن صبح سے کافی بارش ہو رہی تھی اور پروگرام میں ترتیب قائم نہ رہ سکی۔ اللہ تعالےٰ کے کرم سے عصر سے کچھ عرصہ پہلے بارش رُک گئی

اور تقریباً تمام رات رُکی رہی۔ تقریباً ساڑھے چار بجے قبلہ جناب احمد خان صاحب اور کچھ اور ساتھی یہاں پہنچ گئے۔ بارش کی وجہ سے مہمان خصوصی وقت پر نہ پہنچ سکے۔ لہذا پروگرام کا باقاعدہ آغاز اللہ تعالےٰ کے نام سے شروع ہوا اس کے بعد قبلہ جناب احمد خان صاحب نے بڑے پیارے انداز سے سلسلہ اولیسیہ کا تعارف کرایا۔ اور بڑی خوش اسلوبی سے تصوف وسلوک اور ذکر کی فضیلت پر روشنی ڈالی قبلہ احمد خان صاحب نے اس خادم (میاں الیاس ساجد) سے کہا کہ انجمن اولیسیہ کے اغراض و مقاصد بیان کریں۔ اس خاکسار نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں انجمن اولیسیہ کا مختصر تعارف کرایا اور اس کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی اس کے بعد خادم کی درخواست پر قبلہ جناب احمد خان صاحب نے "انجمن اولیسیہ" کے عہدے داروں کا اعلان فرمایا۔ جو اس طرح ہیں:۔

۱۔ سرپرست اعلیٰ:
قبلہ جناب حضرت احمد خاں صاحب
(امیر سلسلہ واہ کینٹ)

۲۔ سرپرست: میاں محمد الیاس ساجد صاحب
(فائنل ایئر مکینکل انجنیئرنگ)

۳۔ امیر اول: عابد حسین چوہان صاحب
(تھرڈ ائیر الیکٹریکل)

۴۔ امیر کالونی۔ مختار احمد قادری صاحب
لیکچرار الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ)

۵۔ امیر (اقبال ہال) طارق محمود زیب صاحب
(سیکنڈ ائیر سول)

۶۔ امیر (قائد اعظم ہال) صفدر اقبال سیال صاحب
(سپیشل سیکنڈ ایئر سول)

مغرب کی نماز کے بعد ذکر کی محفل شروع ہونے کو تھی کہ قبلہ جناب علی احمد صاحب تشریف لے آئے تو محفل کی رونق کو چار چاند لگ گئے گھریلو مجبوری اور بارش کی وجہ سے اُن کو دیر ہو گئی تھی۔ بہرحال انہوں نے ذکر شروع کرایا اور تقریباً آدھا گھنٹہ تمام ساتھی اللہ تعالےٰ کی یاد میں محو رہے اس کے بعد قبلہ جناب علی احمد صاحب نے مختصر مگر جامع بیان بھی فرمایا اور ہمارے دلوں کو خوب منور فرمایا۔ بیان کے بعد دُعا ہوئی اور تمام ساتھی اس خاکسار کے کمرہ میں تشریف لائے جہاں چائے اور کچھ دوسری چیزیں ان کا انتظار کر رہی تھیں اس کے بعد دوبارہ دعا ہوئی اور پھر عشاء کی نماز باجماعت پڑھ کر تمام ساتھی اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس طرح یہ روحانی محفل بڑی خوش اسلوبی سے اختتام پذیر ہوئی۔ لیکن ایک کمی جو اس موقع پر محسوس کی گئی وہ قبلہ جناب حافظ غلام قادری صاحب کی غیر موجودگی تھی جو اپنی ذاتی مصروفیت اور بارش کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے تھے۔

عالم برزخ کے احوال و مقامات

موت و ما بعد الموت

از مولانا قاری محمد طیب رح سابق مہتمم دار العلوم دیوبند

تین جہاں

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے جسم اور روح۔ اس کا مجموعہ ہی نفس انسانی کہلاتا ہے۔ اور نفسِ انسانی کو طبعاً تین جہانوں سے گزرنا پڑتا ہے ایک دنیا جو دار العمل ہے ایک آخرت جو دار القرار ہے اور ایک برزخ جو دار الانتظار ہے۔ ان تینوں جہانوں کے احکام اور نوعیت الگ الگ ہے۔ دنیا میں جسم اور جسمانی زندگی اصل ہے روح اس کے تابع ہو کر اس کے اثرات قبول کرتی ہے برزخ میں روح اور روحانی زندگی اصل ہے جسم اس کے تابع ہو کر اس کی نعمت و مصیبت کے اثرات قبول کرتا ہے۔ خواہ وہ اپنی ہیئت پر ہو یا بکھر جائے اور آخرت روح و جسم کا مکمل امتزاج ہے جس میں ہر ایک اپنے اپنے تاثر میں مستقل ہے اور ہر ایک کا اپنا اپنا انتفاع ہے۔

عالم برزخ

برزخ چونکہ دنیا اور آخرت کے بیچ میں ہے۔ اس لئے اس کا ان دونوں جہانوں سے تعلق ہے آدمی جیسے برزخ میں رہتے ہوئے آخرت کی نعیم و جحیم کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے روحانی طور پر اُن سے متلذذ یا متألم ہوتا ہے اور مدیرات آخرت کی زیارت سے بھی مشرف ہوتا ہے ایسے ہی برزخ میں رہتے ہوئے دنیا کی معلومات سے بھی حسب حیثیت و مرتبہ مستفید ہوتا ہے دنیا والوں کے اعمال خیر یعنی دعا۔ ایصال ثواب۔ افاضۂ باطنی اس تک پہنچتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ اہل دنیا کی زیارت سے بھی منتفع ہوتا رہتا ہے پھر خود بھی اپنے اسی قسم کے تصرفات دعا اور ہمت باطن سے افاضۂ انوار و کیفیات حتیٰ کہ اپنی ملاقات و زیارت کا بھی انہیں موقع دیتا ہے جس کے لئے نصوص شرعیہ موجود ہیں۔ لیکن غور کیا جائے تو برزخ کا تعلق بہ نسبت آخرت کے دنیا سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ انسانی نفس کا ایک مستقل جزو (روح) جیسے عالم برزخ میں ہے۔ ویسے ہی اس کا دوسرا جزو (بدن) دنیا کے عالم میں موجود ہے۔ جو بحیثیت بدن ہو یا بحیثیت ذرات۔ لیکن آخرت میں

قبل از قیامت انسانی نفس کا کوئی جزو بھی مستقلاً قائم اور مستقر نہیں چہ جائیکہ خود نفس قائم ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ وقتاً فوقتاً اسے عالم آخرت کے اہم مقامات اور عجائبات کی سیر کرادی جائے۔ مشاہدہ ہو جائے اور وہ روحانی طور پر ان کی نعمتوں اور کلفتوں سے متلذذ اور متالم بھی ہو۔ لیکن قیامت سے پہلے آخرت چونکہ انسان کا مستقر نہیں اور اس کا کوئی جزو تک بھی وہاں جنت یا نار میں ٹھہرا ہوا نہیں کہ اس کے ہی حیلہ سے انسان کو وہاں اقامت گزیں اور قیام پذیر کہہ دیا جائے۔ اس لئے اس کے تعلق کی نوعیت بھی صرف ایک مشاہداتی یا جزوی طور پر انتفاعی رابطہ کی ہے۔ بخلاف دنیا کے کہ اس میں اس کا ½ حصہ (بدن) مقیم ہے خواہ اپنی ہیئت پر ہو یا بصورت ذرات، اس کا قدرتی تقاضا ہے کہ برزخی اہل دنیا سے اور اہل دنیا برزخی افراد سے ملنے، زیارت کرنے اور ان کے احوال و مقامات جاننے کے خواہش مند ہوں یہی وجہ ہے کہ قبر میں سوال وجواب کے بعد میت کی پہلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ مجھے اجازت دو کہ میں اپنے اعزہ و اقارب کو تسلی دے آؤں کہ میں بہت اچھی حالت میں ہوں بالفاظ دیگر میں اپنے احوال و مقامات ان تک پہنچا دوں یا جیسے بنص قرآنی شہداء حق تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے ان اعلیٰ مقامات کی خبر ہمارے دنیوی بھائیوں تک پہنچا دی جائے تاکہ وہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کی طرف راغب ہو جائیں۔ اسی طرح برزخ والے بھی دنیا والوں کے احوال معلوم کرنے کے خواہشمند رہتے ہیں جیسے بنص حدیث نبوی مرنے کے بعد روح عالم برزخ میں پہنچتے ہی میت کے اعزہ و احباب اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور اپنے اپنے عزیزوں کے حالات بے تابی سے دریافت کرتے ہیں حتی کہ ملائکہ کو یہ کہہ کر انہیں روکنا پڑتا ہے کہ اسے دم تو لینے دو یہ موت کی شدتوں سے چور ہو کر آ رہا ہے۔ بہر حال جانبین سے ایک دوسرے کے احوال و مقامات پر مطلع ہونے کی یہ خواہش اسی بناء پر ہے کہ برزخ کا دنیا سے اور دنیا کا برزخ سے بہت قریبا کا رشتہ ہے کہ ہر ایک کا نصف حصہ دنیا میں ہے اور ایک نصف حصہ برزخ میں ہیں۔

معرفت برزخ کے ذرائع

حق تعالیٰ کی بالغہ حکمت نے جب ان دونوں جہانوں میں اس تقسیم اجزاء کی وجہ سے یہ خواہش فطرتوں میں ڈال دی ہے تو اس کی فیاض قدرت کا یہ بھی تقاضا تھا کہ وہ اس خواہش کی تسکین کا سامان بھی پیدا فرمائے اور ایسے وسائل و ذرائع پیدا فرما دے کہ برزخ والے دنیوی مقامات و احوال سے اور دنیا والے برزخی مقامات و احوال سے خود بلا واسطہ بھی باخبر ہوتے رہیں اور ان مقامات کی معرفت حاصل کرتے رہیں۔ یہ وسائل و طرق کیا ہیں؟ سو کتاب

وسنت کی روشنی میں جہاں تک اس ناچیز ذہن کی رسائی ہوئی پانچ طریقے سامنے آئے جن سے براہ راست برزخی مقامات و احوال کا فی الجملہ علم ہو سکتا ہے۔ ایک عینی مشاہدہ۔ دوسرے مُخبر صادق کی خبر۔ تیسرے صاحب واقع کی اطلاع ہی۔ چوتھے انکشافِ نفس۔ پانچویں قیاس و استنباط۔ انہی پانچ مقامات کو اگر قدرے ترتیب بدل کر اور اصطلاحی لفظوں میں لاتے ہوئے تجنوں کی فنی ترتیب سے ادا کیا جائے تو ذیل کے عنوانات سے ادا کر سکیں گے۔ ایک استدلال شرعی۔ دوسرا کشف باطنی تیسرا عبرت و اعتبار۔ چوتھا رویائے صادقہ۔ پانچوں عیاں و مشاہدہ۔ پہلا مقام علماء کا ہے دوسرا عرفاء کا تیسرا عقلاء کا چوتھا صلحاء کا اور پانچواں ہر کس و ناکس کا ہے۔ پھر ان مقامات کی نوعیت یہ ہے کہ پہلا مقام اختیاری و یقینی ہے۔ دوسرا اکتسابی اور ظنی۔ تیسرا غیر اختیاری ظنی ہے۔ چوتھا اختیاری ظنی ہے اور پانچواں کلیتہً غیر اختیاری مگر یقینی جو محض موہبت من اللہ ہے ان پانچوں طریقوں سے لوگوں نے برزخی مقامات تک علمی اور غیر فانی رسائی حاصل کی ہے

(۱) اولین مرتبہ استدلال شرعی کا ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم برزخ کے بارہ میں خود خبر دیں اور امت اس سے استدلال کر کے اس پر ایمان لے آئے

(الف) استدلال شرعی کے درجہ میں ایک درجہ شخصیاتی ہے کہ کسی شخص معین کا نام لے کر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے جنت مقام یا برزخ میں عالی مقام ظاہر فرما دیں تو ظاہر ہے کہ یہ معرفت یقینی اور واجب الاعتقاد ہوگی۔ جیسے ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں صدیق اکبرؓ اور بائیں طرف فاروق اعظمؓ تھے اور ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہوئے نکلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح ہم گلے میں باہیں ڈالے ہوئے قبروں سے اٹھیں گے جس سے مقامات برزخ پر روشنی پڑتی ہے یا جیسے حضرت بلالؓ عین نزع کے وقت بے حد خوش و خرم نظر آرہے تھے چہرہ انتہائی ہشاش بشاش اور امنگوں سے بھرا محسوس ہو رہا تھا اس حالت میں شوق اور خوشی سے لہرا کر آواز میں فرمایا کل کو انشاء اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ سے ملاقات ہوگی۔ یہ درحقیقت اپنا برزخی مقام ظاہر کرنا تھا کہ وہ معیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوگا اور ظاہر ہے یہ فرمایا قیاس و تخمین سے ممکن نہ تھا بلکہ قوت یقین اور جوش ایمان تھا جو بلاشبہ امر تعبدی ہے عقلی اور قیاسی نہیں۔ اس لئے حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگا۔ اور یہی کہا جائے گا کہ اس برزخی مقام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے انہیں اطلاع دی ہوگی جس پر انہیں اس قدر کامل وثوق اور یقین تھا یقین عقلی نہیں بلکہ یقین حالی تھا۔ اس لئے اس اطلاع کو استدلال شرعی کے دائرہ میں شخصیاتی مقام کہا جائیگا۔ جس سے ہمیں ایک برزخی مقام کی معرفت حاصل ہوئی

(ب) شرعی استدلال کا دوسرا درجہ طبقاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص طبقہ کے برزخی مقام کو ظاہر فرمائیں جس میں اشخاص و افراد کا تذکرہ نہ ہو بلکہ ایک طبقہ اور صنعت کا ذکر ہو۔ جیسے قرآن کریم میں شہدا کا مقام بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔ اور نص حدیث انہیں سبز پرندوں کے خول دئے جائینگے جن میں وہ اڑ اڑ کر جنتوں میں سیر کریں گے اور انہیں اس کے پھلوں۔ باغوں اور نہروں سے منتفع ہونے کی آزادی ہوگی۔ لیکن جنت اس وقت ان کی قرار گاہ نہیں ہوگی بلکہ ان کا قراری مقام وہ سونے اور چاندی قندیلیں ہونگی جو عرش میں آویزاں ہوگی اور یہ ارواح طیبہ اپنے ان برزخی اجسام کے ساتھ ان میں بسیرا کرینگی مزید اکرام و انعام کے لئے ان سے بار بار پوچھا جاتا رہیگا کہ کچھ اور چاہتے ہو؟ اس سے ایک خاص طبقہ کا برزخی مقام مشخص ہوا۔ اس لئے جو بھی شہادت کے مرتبہ کو پہنچے گا اس کے لئے اسی مقام کی شہادت دی جائیگی۔

(ج) استدلال شرعی کا تیسرا مقام کلیاتی ہے جس میں برزخی مقام معلوم کرنے کا محض اصول ذکر کر دیا گیا ہو یعنی اشخاص یا طبقات کا کوئی ذکر نہیں صرف ایک کسوٹی دے دی گئی ہے کہ ہر شخص کو اس پر پرکھ کر دیکھ لیا جائے تو اپنا اور غیر کا برزخی مقام معلوم ہو سکے گا حدیث نبوی میں اصول ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "تمہارا حشر اس حالت میں ہو گا جس پہ موت آئی تھی اور موت اسی حالت پر آئے گی جس پر زندگی گزاری اس کلمہ میں ہر شخص کے محشر کا مقام پہچاننے کے لئے (جو موت سے شروع ہو کر یوم محشر پہ ختم ہو جاتا ہے) دنیا کی عملی زندگی کو معیار تعارف فرمایا گیا ہے۔ پس اُخروی مقام کے لئے ذریعہ تعارف برزخ ہے۔ اور برزخی مقام کے تعارف کے لئے دنیوی زندگی کی رفتار ہے جو اصولاً ہر انسان کے سامنے اپنی یا اپنے متعارف انسانوں کی کسی نہ کسی حد تک منحصر رہتی ہے۔ اس سے برزخی مقام کے پہچاننے کا ایک اصول

اور کلیاتی طریقہ معلوم ہوا جس سے لوگوں کے اعمال اور زندگی دیکھ کر فی الجملہ اُن کے برزخی مقام کو پہچانا جاسکتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کیسے معلوم کریں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارا کیا مقام اور مرتبہ ہے فرمایا اپنے عمل کو دیکھ لو یعنی عمل کی نوعیت سے قرب اور تقرب الٰہی کی نوعیت معلوم کر لو پھر اس تعارفی طریقہ کو ذرہ اور وسیع کر کے فرمایا کہ اگر تمہارے پڑوسی تمہارے حق میں نیک گواہی دے دیں تو سمجھ لو کہ تم عنداللہ بھی اچھے ہو پھر اس معیار کے دائرہ کو اور وسیع کرتے ہوئے فرمایا کہ تم زمین پر خدا کے سرکاری گواہ ہو جس کے حق میں جیسی گواہی دو گے وہ اللہ کے نزدیک ویسا ہی مانا جائے گا خواہ وہ دنیا میں ہو یا برزخ یا آخرت میں۔ چنانچہ دنیا میں ایک جنازہ گزرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت واجب ہو گی کیونکہ لوگ اُس کے بارہ میں کلمہ خیر کہہ رہے تھے کہ یہ اچھا آدمی تھا لہٰذا جنتی ہو گیا اور ایک دوسرا جنازہ گزرنے پر فرمایا کہ جہنم واجب ہو گئی کیونکہ لوگ اس کے اس کے حق میں کہتے جارہے تھے کہ یہ بہت برا آدمی تھا (حسن کم جہاں پاک) اسی طرح آخرت میں بھی بحق اقوام اس امت کی شہادت معتبر ہو گی اور امت پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہوں گے۔ جیسے قوم نوحؑ کا فیصلہ اسی امت کی شہادت پہ کیا جائے گا بہرحال استدلال شرعی کا ایک تشخیصاتی مقام ہے ایک نوعیاتی ہے اور ایک کلیاتی ہے جس سے انسان کے برزخی مقام کا فی الجملہ اندازہ ہو سکتا ہے۔

تفصیل و اجمال کا فرق

پھر ان تینوں مقامو ں میں اجمال و تفصیل کا فرق بھی ہے۔ مثلاً شخصی طور پر کسی کے لئے مقام کی تفصیلات ارشاد فرمائی گئی ہوں یا اُسے درجہ اجمال میں ذکر کیا گیا ہو یا اس طرح طبقاتی اور کلیاتی اطلاعات میں بھی اجمال و تفصیل کا فرق ہے کہ کسی کے لئے ایک ایک عمل کو تشخص کے ساتھ یا نوعی طور پر الگ الگ گنا کر اسکا برزخی ثمرہ تفصیل کے ساتھ ظاہر کیا جائے تو اس عمل کنندہ کا تفصیلی برزخی مقام ہو گا۔ جیسے شہداء کے مقام کو قرآن نے تو اجمالاً ذکر فرمایا کہ وہ برزخ میں زندہ ہیں رزق پاتے ہیں خوش بخوش ہیں بشارتیں اور خوشخبریاں پاتے رہتے ہیں نہ ان پر غم ہے نہ خوف۔ اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام کی جزوی تفصیلات بھی بیان فرمائی ہیں کہ ان کے بسیرے کی جگہ ہونے اور زیر عرش کے قندیل ہونگے جو عرش میں آویزاں ہیں وہ سبز پرندوں کے خول میں اڑتے اور جنتوں میں سیر کرتے پھریں گے اور وہاں کے باغوں اور نہروں سے سیراب ہو کر سرسبز و شاداب ہوتے رہینگے۔ انہیں نشاط میں لانے کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے سوال و جواب کا سلسلہ بھی جاری رہیگا کہ اور کیا

چاہتے ہو؟ مجھ سے مانگو مجھے تمہاری خواہش کا پورا کرنا ہے وغیرہ۔ بعض احادیث میں غیر شہدا کے لئے بھی اتنا ارشاد ہے کہ ان کی ارواح پرندوں کی طرح جنتوں میں اڑتی پھرینگی۔ اور وہاں کی نعمتوں سے منتفع ہونگی اور پھر اپنے مقام پر آجائینگی۔ گویا شہدا کو بدن بھی اس عالم کا دیا جائیگا جو پرندوں کی شکل کا ہوگا اور عامہ مومنین کی ارواح کو کوئی بدن نہیں دیا جائیگا بلکہ پرندوں سے تشبیہ دیکر فرمایا گیا ہے کہ ان کی روحیں بلا بدن کے اڑتی پھرینگی جنہیں یقیناً شہدا سے کم درجہ کا حظ ولذت حاصل ہوگا۔ بہرحال ان نصوص سے برزخ کے دو مقام نوعی طور پر معلوم ہوئے جن کی تفصیل اسی دنیوی زندگی کے عمل کی تفصیل کا ثمرہ ہے۔ جیسے انہیں شہدا کے بارے میں عمل کی ایک صورت سے برزخ کے ایک خاص مقام کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ شہدا کے سر پر چار طرف (میدان جنگ میں) تلواروں کی چمک کا فتنہ اور ڈراوا فتنہ برزخ کا بدل ہے جو برزخ میں پچھاڑ کے لئے کافی ہے اور ان کے لئے اس کے بعد برزخ میں کوئی ڈراوا اور فتنہ نہیں۔

حسن عمل کے ثمرات

بہرحال یہ شہدا کا برزخی مقام ہے جو اشخاص سے الگ ہو کر طبقہ کا بتلایا گیا ہے جس کا معیار دنیا کی عملی زندگی ہے جس درجہ کی شہادت ہو گی اسی درجہ اور اسی نوعیت کا برزخی مقام ہوگا اور اس کا معیار دنیا کی زندگی کا عمل ظاہر فرمایا گیا ہے یا اسی طرح نوعی طور پر برزخ میں بعض خامیوں کی مثالیں خود کو دکھلائی گئی ہیں۔ جنہیں ان کے عصیانی عمل کے مناسب برزخ میں عذاب کا مقام دیا گیا ہے یا عذاب سے نجات دکھلائی گئی۔ تو نجات دھندہ کے عمل کی نشاندھی فرمائی گئی۔ جیسے حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ایک میت کو برزخ میں دیکھا کہ ملائکہ عذاب نے اُسے چہار طرف سے گھیر کر وحشت میں ڈال رکھا ہے تو نماز آئی اور اُسے ان کے ہاتھوں چھڑا کر لے گئی۔ یا فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو (برزخ میں) دیکھا کہ اس کی زبان پیاس کی شدت سے باہر نکلی ہوئی ہے اور جس پانی کے قریب جاتا ہے اسے وہاں سے دھکیل دیا جاتا ہے تو رمضان کے روزے آئے اور اُسے سیراب کر گئے یا آپؐ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ برزخ میں انبیاء علیہ السلام کے حلقے ہیں اور ایک شخص کو دیکھا کہ جب وہ کسی حلقہ میں جانا چاہتا ہے تو اُسے دھکے دئیے جاتے ہیں تو غسل جنابت کا عمل آیا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے میرے حلقہ میں میرے پہلو بٹھا گیا فرمایا کہ میں نے برزخ میں دیکھا کہ ایک شخص کے چہار طرف اور اوپر نیچے ظلمت ہی ظلمت چھائی ہوئی ہے اور اُسے کوئی راہ مفر نہیں ملتی جس سے وہ حیرت اور غم میں مبتلا ہے کہ اچانک اس کا حج اور عمرہ آیا اور

اُسے ظلمت کے پردوں سے نکال کر نور کے میدان میں پہنچا گیا فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ میری اُمت میں سے ایک شخص کی طرف آگ کی لپٹیں بڑھ رہی ہیں اور وہ ہاتھوں سے اپنے منہ کو بچانا چاہتا ہے (مگر بچا نہیں پاتا) کہ اُس کے صدقات آئے اور اُس کے اور آگ کے درمیان حجاب بن گئے یا فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو (برزخ میں) دیکھا کہ وہ گھٹنوں کے بل ہے ٹانگیں رہ گئی ہیں اور وہ چل پھر نہیں سکتا ساتھ ہی اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب بھی حائل ہے (کہ گھٹنوں کے بل سرکے بھی تو جائے کیسے) تو اُس کا خلق حسن آیا اور اُسے بارگاہ حق میں داخل کر گیا یا جیسے حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں دائیں طرف سے عذاب بڑھتا ہے تو نماز روکنے کیلئے کھڑی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اُسے الصلوٰۃ برہانٌ انسان کی دستاویز فرمایا گیا ہے اور دستاویز کی حجت کو عدالت میں ادب سے دائیں ہاتھ ہی سے پیش کیا کرتے ہیں بائیں طرف سے عذاب بڑھتا ہے تو روزے روکنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ الصوم جنۃ روزہ ڈھال فرمایا گیا ہے۔ اور حملہ روکتے وقت ڈھال بائیں ہاتھ ہی میں رہتی ہے سر کی طرف سے عذاب بڑھتا ہے تو قرآن کی آیتیں جو دماغ میں محفوظ ہیں روکنے کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں کیونکہ قرآن فرمان سلطانی ہے اور مراحم خسروانہ طلب کرتے ہوئے سفارش میں شاہی فرمان کو سر پہ رکھ کر پیش کیا جاتا تھا کہ میں پشتینی وفادار حکومت ہوں میرے یہاں شاہی فرامین آتے تھے اس لئے مجھے اس عذاب سے نجات دی جائے پیروں کی طرف سے عذاب بڑھتا ہے تو زکوٰۃ و صدقات روکنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ مالیات انسانی انسان کی پامزد یعنی چلت پھرت کی کمائی ہے اس لئے اس پیروں ہی کی طرف سے عذاب کی مدافعت کرنی چاہئے تھی یا جیسے حدیث میں ہے کہ مبطون (پیٹ کا مرض جیسے دست اور پیچش وغیرہ) شہادت کی موت مرتا ہے تو فتنۂ قبر سے محفوظ رہتا ہے اور اُسے صبح شام جنتوں سے رزق پہنچایا جاتا ہے کہ یہ بھی ایک برزخی مقام ہے یا جیسے یوم جمعہ میں مرنے والے کو فتنۂ قبر سے محفوظ فرمایا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ سب برزخی مقامات ہیں جنہیں نوعی طور پہ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے اور معیار عمل کو قرار دیا گیا ہے اس لئے کسی کا عمل دیکھ کر ہم اس کے مقام برزخی پر استدلال کر سکتے ہیں اور اُسے پہچان سکتے ہیں۔

بُرے اعمال کے نتائج

اسی طرح بُرے اعمال کے بارہ میں ارشاد نبوی ہے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچو کہ عامۃ عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔ جس سے برزخ کے ایک عذابی مقام کا علم ہوا۔ جس کا ذریعہ بے احتیاطی سے

پیشاب کی چھینٹوں سے آلودہ ہوتا ہے یا ارشاد نبوی ہے کہ آپؐ کا گذر دو قبروں پر ہوا اور فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی بات سے نہیں معمولی بے احتیاطی سے۔ ایک چغل خوری کیا کرتا تھا اور ایک پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ جس سے واضح ہے کہ ترک طہارت کے ساتھ انسانوں میں عداوت پیدا کرنے کا ارتکاب بھی برزخ میں عذابی مقام بنانے کا سبب بنتا ہے۔ دوسری روایت میں دوسرے کے بارہ میں غیبت گوئی ہے کہ جس سے غیبت بھی عذابی مقام بنانے میں موثر ثابت ہوئی یا جیسے عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ فلاں شخص نے بلا طہارۃ نماز پڑھ لی تھی تو اسے قبر میں ایک کوڑا مارا گیا جس کی ضرب سے قبر میں پانی اور تیل بہہ پڑا اور قبر آگ سے بھر گئی۔ تھوڑی دیر میں اصل حالت میں ہوئی تو پھر وہی کوڑا مارا گیا اور پھر وہی کیفیت ہو گی۔ اسی طرح تین بار ہوا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ترک طہارت اور صلوٰۃ بے طہارت سے بھی برزخ کا ایک برا ٹھکانا قائم ہوتا ہے یا زانیوں اور زانیات کے بارہ میں فرمایا گیا کہ ان کا ٹھکانا ایک آتشیں تنور کی صورت میں ہوگا جسکا منہ اوپر کو اٹھے گی تو اس کے ساتھ یہ سب زانی اور زانیات بھی جو برہنہ اس آگ میں ہونگے اوپر کو اٹھتے چلے جائینگے مگر تنور کا دھانہ تنگ ہونے کی وجہ سے پھر نیچے جا پڑیں گے اس لئے زنا بھی برزخ کا ایک خاص ٹھکانا بنانے کا ذریعہ ثابت ہوا اسی طرح جبار متکبر اور آنکھ مارنے والے تمسخر شعار لوگوں کے لئے مختلف الانواع عذابات ذکر کئے گئے ہیں جو ان بدعملیوں سے بنتے ہیں اس لئے دنیا میں ان اعمال کو دیکھ کر برزخ کے ٹھکانے کی نوعیت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک کو اپنی عملی زندگی سامنے رکھ کر یہ معلوم ہو سکتا ہے بہر حال استدلال شرعی اجمال سے ہو یا تفصیل سے مقامات برزخ اجمالاً یا تفصیلاً معلوم ہو جاتے ہیں اور آدمی کے لئے موقعہ ہوتا ہے کہ توبہ و استغفار کے ذریعے ان برے مقامات سے خلاصی حاصل کرنے اور آئندہ کے لئے ان برائیوں سے بچ جائے اور انہیں چھوڑ دے اسی لئے یہ مقامات بیان کئے ہیں کہ عبرت و موعظت کا ذریعہ بن سکے اس لیے اچھے اور برے ٹھکانے اور ان کے اسباب و موجبات (اچھے و برے اعمال) دونوں پیش کر دئے گئے تاکہ برزخ کے دونوں قسم کے ٹھکانے اور مقامات معیار عمل سے سامنے آجائیں اور دونوں ہی قسم کے ان کے اچھے اور برے اسباب یعنی اعمال بھی نمایاں ہو جائیں گے۔

(باقی آئندہ)